

حضرتی کریم ﷺ کے چپن بھاک پر خوبصورت کتاب

# حضرتی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم  
صلی اللہ علیہ وسلم

چپن



تألیف:  
محمد سید القادری

البیان شاہ بیر زراہور

حضرتی کریم ﷺ کے کا بچپن مبارک پر خوبصورت کتاب

حضرتی کریم  
بچپن

تألیف:

محمد حسیب القادری

اکابر ناشر

نیو سیڈنی شر ۳۰ اردو بازار لاہور  
Ph: 37352022

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	حضرور شیخ سیدنا کاظمین
مصنف	محمد حسیب القادری
پبلشرز	اکبر بک سیلرز
تعداد	600
قیمت	120/- روپے

# اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنتر 40 اردو بازار لاہور

# فهرست

صفحہ نمبر	عنوانات
5	پیش لفظ
7	حضور اکرم ﷺ کی ولادت با سعادت
28	خاندانی شرافت و سیادت
37	رسول ﷺ کی ولادت کی شب ہونے والے چند اہم واقعات
46	حضرت حمیدہ سعدیہ ؓ کی خوش قسمتی
61	ایام رضاعت
85	حضرت حمیدہ سعدیہ ؓ کی تربیت
98	ماں کی پُر شفقت آغوش میں پرورش پانا
109	دادا کے سایہ تلے پرورش پانا
130	حضور ﷺ کی دُعائیں
141	پاسبان بنی آدم
146	ابو طالب کے زیر سایہ پرورش
153	شام کا سفر اور قصہ بھیر راہب
160	کتابیات

مکالمہ

سُمْلَةَ اللَّهِ الْكَرِيمِ الْجَنِيِّ  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَعَلَى الَّذِينَ حُصِّلُوا  
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى الَّذِينَ أَبْرَاهِيمَ  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ فَحَمِيدُهُ  
 اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى  
 الَّذِينَ حُصِّلُوا  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ فَحَمِيدُهُ  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ فَحَمِيدُهُ

## پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
تَحْمِدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اما بعد! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو پورے جہاں کا اکیلا مالک  
ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

مواہب لدنیہ میں شیخ بدرا الدین زرشی سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کی  
ولادت خوب روشن دن سے ہوئی۔

عرباض بن ساریہ سے مردی ہے ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی پیدائش کے  
وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے تمام محل روشن ہو گئے۔ اس  
کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ بصری کے محل روشن ہو گئے۔

آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت ستاروں کا زمین پر جھک آنے میں غالباً  
اس طرف اشارہ تھا کہ اب جلد ہی زمین سے کفر، شرک، ظلمت اور تاریکی دور ہو جائے  
گی اور انوار و ہدایت سے تمام زمین روشن اور منور ہو گی۔

یعقوب بن سفیان بساناد حسن حضرت عائشہ ؓ سے مردی ہے کہ ایک  
یہودی مکہ میں تجارت کی غرض سے رہتا تھا۔ جس شب حضور اکرم ﷺ کی پیدائش ہوئی  
تو اس نے مجلس میں قریش سے یہ دریافت کیا کہ اس شب میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔  
قریش نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ اس پر یہودی نے کہا کہ اچھا ذرا تحقیق تو کر کے آؤ۔  
آج کی شب میں اس اہمت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک

علامت ہے یعنی مہر نبوت۔ لوگ فوراً ہی اس کی مجلس سے اٹھے اور اس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ عبدالمطلب کے بیٹے عبد اللہ کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی ہے۔ یہودی نے کہا کہ مجھ کو بھی چل کر دکھلاؤ۔ یہودی نے جب دونوں شانوں کے درمیان کی علامت (مہر نبوت) کو دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو قریش نے پوچھا کہ تم کو کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ نبوت اسرائیل سے چلی گئی۔ اے قریش والو! یہ مولود تم پر جلد ہی ایک ایسا حملہ کرے گا کہ جس کی خبر مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔ اس خبر سے مراد غالباً فتح مکہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اُس وقت میری عمر سات یا آٹھ سال کی ہوگی۔ میں نے اُس سے رات ایک یہودی کو دیکھا جو صبح کے وقت اپنی قوم کو پکار رہا تھا۔ یہودیوں نے اُس سے کہا کہ تم کو کیا ہوا اور کیوں فریاد کر رہے ہو اور ہمیں کیوں بلارہے ہو؟ اُس نے کہا کہ آج کی رات احمد کے ستارے نے طلوع کر لیا ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہو چکی ہے۔

زیرنظر کتاب ”حضرور ﷺ کا بچپن“ میں حضرور ﷺ کے بچپن کے واقعات مختصر اطوار پر درج کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں آپ لوگوں کو کچھ واقعات کی تکرار بھی نظر آئے گی تاکہ ہر بات آپ حضرات کے ذہن میں محفوظ رہے۔ ہمیں پوری پوری امید ہے کہ دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی قاری کے معیار پر پوری اترے گی۔ اگر آپ حضرات کو اس کتاب میں کوئی کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں ضرور مطلع کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی صحیحیت کی جاسکے۔

محمد حسیب القادری

www.marfat.com

## حضرت ﷺ کی ولادت با سعادت

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر کو اس دنیا میں تشریف لائے۔ عبد اللہ بن عمر و بن العاص سے مردی ہے کہ حضرت ﷺ کی ولادت با سعادت صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔ ہمیں یہ بھی جانتا چاہیئے کہ جمہور اہل سیر اور ارباب تواریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت مبارک ”عام الفیل“ واقعہ کے چالیس (۳۰) یا پچپن (۵۵) دن کے بعد ہوئی ہے۔

تاریخ عالم میں یہ وہ نرالا اور عظمت والا دن ہے کہ اسی روز عالم ہستی کے ایجاد کا باعث، گردش لیل و نہار کا مطلوب، خلقِ آدم کا رمز، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، بانی کعبہ کی دعا، ابن مریم کی بشارت کا ظہور ہوا۔ کائنات وجود کے الجھے ہوئے گیسوں کو سنوارنے والا، تمام جہان کے گزرے نظاموں کو سدھارنے والا یعنی

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا  
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا  
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا  
وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ماوی، ضعیفوں کا مجاہیم  
تیمیوں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

سند الاصفیاء اشرف الانبیاء، احمد مجتبی، محمد مصطفیٰ عالم وجود میں رونق افروز ہوئے اور  
پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ کئے ہوئے خوشبو میں بے ہوئے بحالتِ سجدہ، مکہ مکرہ کی  
مقدس سرز میں میں اپنے والد ماجد کے مکان کے اندر پیدا ہوئے، باپ کہاں تھے جو  
بلائے جاتے اور اپنے نونہال کو دیکھ کر نہال ہوتے، وہ تو پہلے ہی وفات پاچے تھے۔ دادا  
بلائے گئے جو اس وقت طواف کعبہ میں مشغول تھے۔ یہ خوشخبری سن کر دادا  
”عبدالمطلب“ خوش خوش حرم کعبہ سے اپنے گھر آئے اور والہانہ جوشِ محبت میں اپنے  
پوتے کو لے کر سے لگایا۔ پھر کعبہ میں لے جا کر خیر و برکت کی دعا مانگی اور ”محمد“ نام  
رکھا۔ آپ کے چچا ابو لہب کی لوٹدی ”ثوبیہ“ خوشی میں دوڑتی ہوئی گئی اور ”ابولہب“ کو  
بھتیجا پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو اس نے اس خوشی میں شہادت کی انگلی کے اشارہ سے  
”ثوبیہ“ کو آزاد کر دیا۔ جس کا شرہ ابو لہب کو یہ ملا کہ اس کی موت کے بعد اس کے گھر  
والوں نے اس کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو اس نے اپنی انگلی اٹھا کر یہ کہا کہ:  
”تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد مجھے کچھ (کھانے پینے) کو نہیں  
ملا بجز اس کے کہ ”ثوبیہ“ کو آزاد کرنے کے سبب سے اس انگلی کے  
ذریعہ کچھ پانی پلا دیا جاتا ہوں۔“

(بخاری جلد 2، باب و امہاتکم التی ار ضعنکم)

اس موقع پر حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ایک بہت ہی فکر  
انگیز اور بصیرت افروز بات تحریر فرمائی ہے جو اہل محبت کے لئے نہایت ہی لذت بخش  
ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

اس جگہ میلاد کرنے والوں کے لئے ایک سند ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی

شب ولادت میں خوشی مناتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ابوالہب کو جو کافر تھا اور اس کی نمدت میں قرآن نازل ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے اور باندی کا دودھ خرچ کرنے پر جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا ہو گا۔ آنحضرت ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر خوشی مناتا ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

(مدارج النبوة جلد 2، ص 19)

یہی وہ مبارک دن تھا کہ جب ایوانِ کسری میں زلزلہ آیا اور اس کے محل کے چودہ گنگے کر گئے، فارس کا آتش کده جو ہزار سال سے روشن تھا وہ بجھ گیا اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ اس واقعہ سے کسری بہت پریشان تھا اس نے اپنے سارے وزراء اور ارکانِ دولت کو دربار میں منعقد کیا۔ موبذان نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس رات میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ لے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ سے پاز ہو کر تمام ممالک میں پھیل گئے۔ کسری نے موبذان سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ موبذان نے کہا کہ شاید عرب کی طرف سے کوئی عظیم الشان حادث پیش آئے گا۔ کسری نے اپنے اطمینان کے لئے نعمان بن منذر کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ اپنے کسی بڑے عالم کو میرے پاس بھیجوتا کہ وہ میرے چند سوالات کے جوابات دے سکے۔

نعمان بن منذر نے ایک جہاندیدہ عالم عبدالمحیی غسانی کو روانہ کیا۔ عبدالمحیی جب کسری کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ میں جس چیز کے پارے میں تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا تم کو اس کا علم ہے۔ بادشاہ کے جواب میں عبدالمحیی نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوا تو آپ کو ضرور مطلع کر دوں گا ورنہ کسی جانے والے کی طرف آپ کی رہنمائی کر دوں گا۔ بادشاہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ عبدالمحیی نے کہا کہ غالباً اس کی تحقیق میرے ماموں سطح سے ہو سکے گی جو آج کل شام میں رہا شپذیر ہے۔

عبدالستّح کے جواب میں بادشاہ نے اُس سے کہا کہ تم خود اپنے ماموں سے اس واقعہ کی تحقیق کر کے آؤ۔ عبدالستّح جب اپنے ماموں سطح کے پاس پہنچا تو وہ اُس وقت نزع کی حالت میں تھا مگر ہوش ابھی باقی تھے۔ عبدالستّح نے جا کر اپنے ماموں کو سلام کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ جب سطح نے عبدالستّح کو اشعار پڑھتے سناتے تو اُس کی طرف متوجہ ہوا اور یہ کہا کہ عبدالستّح تیز اونٹ پر سوار ہو کر سطح کے پاس پہنچا جب وہ مرنے کے قریب ہے تجھ کو بنی ساسان کے بادشاہ نے محل کے زلزلہ، آتش کدہ کے بجھ جانے اور موبذان کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے کہ سخت اور قوی اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ لیے جا رہے ہیں اور دجلہ سے پار ہو کر تمام بلاد میں پھیل گئے ہیں۔ اے عبدالستّح! خوب سن لے کہ جب کلام اللہ کی تلاوت کثرت سے ہونے لگے، صاحب عصا ظاہر ہو، وادی سماوہ روای ہو جائے، دریائے ساوہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے تو سطح کے لئے شام شام نہ رہے گی۔ بنی ساسان کے چند مردا اور چند عورتیں بقدر کنگروں کے بادشاہت کریں گے اور جو شے آنے والی ہے وہ گویا آگئی ہے۔ عبدالستّح واپس آیا اور کسری سے یہ تمام ماجرا بیان کیا۔ کسری نے سن کر کہا کہ چودہ سلطنتوں کے گزرنے کے لئے ایک زمانہ چاہیے لیکن زمانے کو گزرتے کیا دیر لگتی ہے۔ دس سلطنتیں تو چار ہی سال میں ختم ہو گئیں اور باقی چار سلطنتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ختم ہوئیں۔

### حضرت ﷺ کے والد کا سامانِ تجارت:-

حجاز کا یہ مشہور شہر مشرق میں ”جبل ابو قبیس“ اور مغرب میں ”جبل قعیق عان“ دو بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور اس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ریتلے میدانوں کا سلسلہ دور دور تک چلا گیا ہے۔ اسی شہر میں حضور شاہنشاہ کو نیک ختنہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ لوگ جانتے ہی ہوں گے کہ مکہ کی سر زمین کی وسعت تقریباً دو کلومیٹر مربع تھی اور یہاں پر ایک درخت بھی موجود نہیں تھا اسی وجہ سے وہاں کے رہنے والے لوگوں کا ذریعہ معاش صرف دو تھے۔ ان میں سے ایک پورش بہائیم بالخصوص پورش شتراء اور دوسرا تجارت۔ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کا شروع ہی سے تجارت کا پیشہ تھا۔ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے عبد اللہ کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی تو انہوں نے قبیلہ بنی زہرہ جو اپنی شرافت نسبی میں ممتاز تھا اس میں سے وہب بن عبد مناف کی صاحزادی سے جن کا نام حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) تھا اور چچا وہیب بن عبد مناف کی زیر تربیت تھیں، ان سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیام دیا اور خود وہیب (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے چچا) کی صاحزادی جن کا نام ہالہ تھا ان سے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے خود اپنے نکاح کا پیغام دیا۔ ایک ہی مجلس میں دونوں نکاح پڑھے گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انہی کے بطن سے ہیں جو رشتہ میں حضور ﷺ کے چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی۔

آپ ﷺ کے والد ماجد کا نکاح جب آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کروادیا تو آپ بغرض تجارت قافلہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ راستے میں یماری کی وجہ سے مدینہ منورہ پھر گئے۔ قافلہ جب واپس مکہ پہنچا تو عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ عبد اللہ کہاں رہ گئے۔ قافلہ والوں نے کہا کہ یماری کی وجہ سے اپنی نہیاں بنی نجار میں مدینہ پھر گئے۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی اپنے بڑے فرزند حارث کو مدینہ روانہ کیا۔ مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا۔ ایک ماہ یمار رہے اور انتقال کے بعد مدینہ منورہ ہی میں نابغہ کے مکان میں مدفن ہوئے۔ حارث نے واپس ہو کر عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور خولیش واقارب کو اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع دی۔ جس سے سب کو سخت صدمہ اور طال ہوا۔ اقیس بن مخرم

سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہنوز بطنِ مادر ہی میں تھے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

**قال الحاکم هذا حدیث علی شرط مسلم واقرہ الذهبی**  
وفات کے وقت حضرت عبد اللہ کی عمر علی اختلاف الاقوال ۳۰ یا ۲۵ یا ۲۸ سال کی تھی۔ حافظ علائی اور عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ وفات کے وقت اٹھارہ سال کا سن تھا اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

عام طور پر کتابوں میں ہمیں اسی بات کا ذکر ملتا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سامانِ تجارت لے کر مکہ سے شام کی طرف گئے اور وہاں سے سامانِ تجارت کی خرید و فروخت کے بعد واپسی پر مدینہ ٹھہرے اور اپنی بیماری کی وجہ سے وہیں فوت ہو گئے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تجارت کے لیے کیا خالی ہاتھ گئے تھے اور وہاں سے کیا واپس خالی ہاتھ آئے آرہے تھے اس سلسلہ میں تمام کتابیں خاموش ہیں کہ وہ مالِ تجارت کہاں گیا جو وہ اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔

### حضرور ﷺ کے والد کی میراث:-

عام طور پر ہمیں حضور پاک ﷺ کی سیرہ کی کتابوں میں یہی بات ملتی ہے کہ

”حضرور اکرم ﷺ کے والدِ ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب

رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک

باغ کا نام برکہ اور کنیت اُم ایمن تھا کو ترکہ میں چھوڑا تھا۔“

فتح نیاز بھی ”اسد الغابہ“ اور ”صحیح مسلم“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”ام ایمن (ام ایمن) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی کنیزوں میں تھیں۔“

ایسا بتا یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نہ تو

فریب تھے اور نہ ہی کسی غریب اور معمولی شخص کے بیٹے تھے۔ وہ مکہ کے سردار حضرت

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اس لیے انہوں نے بہت کچھ چھوڑا۔ اپنی میراث میں ایک مکان بھی چھوڑا جس میں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یہ مکان مکہ مکرمہ میں سرائے محمد یوسف کے نام سے مشہور تھا۔ جب حضور ﷺ نبی سعد سے واپس آئے تو اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی مکان میں رہنے لگے۔

حضرور اکرم ﷺ کے والدِ ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی میراث میں ہمیں چاندی اور تکوار کا ذکر بھی ملتا ہے نیز مکان اور دیگر اشیاء کے علاوہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی خیاطی کی ایک دکان بھی تھی جس میں کپڑا فروخت کیا جاتا تھا نیز سلا بھی جاتا تھا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے سامانِ تجارت میں بہت کچھ نقد و جنس یعنی چمرا اور کھجور بھی آپ رضی اللہ عنہ نے چھوڑی تھی جو قریش کے دستور کے مطابق تجارت میں لگایا جاتا اور اسی مناسبت سے منافع تقسیم کیا جاتا اسی بات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ غریب نہ تھے بلکہ وہ تو ضرورت مندوں کی مدد کرنے والے تھے۔

### حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں نور نبوت کی جھلک:-

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے والد عبد اللہ اپنا مکان تعمیر کر رہے تھے آپ ادھر سے واپس آئے چہرے پر گرد و غبار تھا (یمنی قبیلہ) بنو ثمیم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے اور روایت عامر بن سعد میں ہے کہ لیلیٰ عدو یہ پر آپ کا گزر ہوا۔ اس نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور دیکھا تو جسی خواہش کی تکمیل کی دعوت دی۔ اور کہا اگر آپ میری خواہش پوری کر دیں تو آپ کو سوانح دوں گی آپ نے کہا میں نے ابھی غسل کرنا ہے پھر تیری بات سنوں گا۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے

پاس گئے اور ان سے مبادرت فرمائی۔ اور یوں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے دامان امانت میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ و مبارک جوہر ولادت جلوہ گر ہو گیا بعد ازاں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا اس شمعی عورت پر اور بقول عامر بن سعد لیلی عدویہ پر گزر ہوا آپ فرمانے لگے ابھی تیری خواہش باقی ہے؟ کہنے لگی اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ! نہیں!! فرمایا کیوں؟ کہنے لگی اس لئے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ میرے پاس سے گزرے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نورِ نبوت چمک رہا تھا اب جو آپ رضی اللہ عنہ واپس آئے ہیں تو وہ نور آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے لے لیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سب خلق خدا سے زیادہ صاحب برکت اور کثیر الاولاد ہیں۔ ایک روز حضرت عبد اللہ بن المطلب رضی اللہ عنہ ایک دن پیادہ نکلے اور وادی بطخا میں جا بیٹھے۔ وہاں لیلی عدویہ نے انہیں دیکھا تو اپنی طرف دعوت دی۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں پھر کبھی آؤں گا آپ سید ہے اپنی زوجہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے ان سے مبادرت فرمائی۔ پھر آپ کا لیلی پر گزر ہوا تو وہ کہنے لگی تم نے کیا کیا؟ فرمایا میں تو ادھر تمہاری طرف آنکلا اور تم یہ عجیب سوال کر رہی ہو؟

لقد دخلت بنورِ ما خرجت بہ ولئن کنت الممت بامنة بنت

وہب لتلدن ملکا۔

”لیلی کہنے لگی تم جو نور لے کر گئے تھے وہ واپس لے کر نہیں آئے اگر تم نے آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہ سے مبادرت کی ہے تو یقیناً وہ کسی سلطان عالم کو تولید کرے گی۔“

تقویٰ اور حفاظت عصمت:-

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد المطلب اپنے بیٹے عبد اللہ

رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے تاکہ اس کا کہیں نکاح کر دیا جائے آپ کا تاباہ (ایک یمنی شہر) کی ایک یہودی کا ہندہ عورت پر گزر ہوا جسے فاطمہ بنت مرحومیہ کہتے تھے اس نے رُخ عبد اللہ میں ”نور نبوت“ چمکتا دیکھا تو کہنے لگی اے نوجوان اگر تم ابھی مجھ سے مباشرت کر دے گے تو میں تمہیں سواؤنٹ دوں گی حضرت عبد اللہ نے فرمایا۔

اما الحرام فاليممات دونه والحل لا فاستبينهٰ۔

جو حرام کام ہواں سے دور رہنے کے لئے موت بھی قبول کی جاسکتی ہے رہا  
حلال کام تو وہ یہاں تمہارے پاس نہیں ہے کہ میں اس کی تم سے جستجو کروں۔

فكيف لى الامر الذى تبغينهٰ۔

”تو پھر میں تمہاری خواہش کیسے پوری کر سکتا ہوں۔“

پھر آپ اپنے والد کے ساتھ آگے چلے۔ انہوں نے آپ کا نکاح آمنہ بنت وصب رضی اللہ عنہا سے کر دیا، آپ اپنی زوجہ کے پاس تین دن رہے۔ پھر اسی فاطمہ رضومیہ کے پاس سے گزرے تو وہ کہنے لگی اے نوجوان تم نے میرے بعد کیا کیا؟ فرمایا میرے والد نے آمنہ بنت وصب رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح کر دیا اور میں وہاں تین دن رہا۔ کہنے لگی خدا کی قسم میں بدکار عورت نہیں۔ لیکن میں نے تمہارے چہرے پر نور دیکھا تھا میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ تعالیٰ نے جہاں چاہا اسے رکھ دیا پھر وہ کہنے لگی۔

انی رأیت حخیلة لمعت

فتلالات بحناتم القطر

فلماً نَهَا نُور يَضْئِء بِهِ

ما حَوْلَهُ كَاضْيَانَةُ الْبَدْرِ

وَرْجُوَتُهُ فَخْرًا أَبُوُهُ بِهِ

مَا كُلَّ قَادِحٍ ذَنَدَهُ يَؤْدِي

لَهُ مَا ذُهْرَةٌ سُلْبَةٌ

ثُوَبِيكَ مَا اسْتَلْبَتْ وَمَا تَدْرِي

۱۔ ”میں نے ایک بھلی (نور و روشنی) چمکتی دیکھی جس نے سیاہ  
بادلوں کو بھی جگمگا دیا تھا۔

۲۔ اس بھلی میں وہ نور تھا جو اپنے ما حول کو ماہ کامل کی طرح روشن  
کر رہا تھا۔

۳۔ میں نے اسے حاصل کرنا چاہا تاکہ اس پر فخر کرتی رہوں۔ مگر  
ہر پھر رگڑنے والا آگ نہیں پیدا کر لیتا۔

۴۔ مگر اس زھری عورت (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) کی عظمت اللہ ہی  
کی عطا ہے جس نے (اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ) تمہارے دونوں  
کپڑے (نبوت اور حکومت) لے لئے اس نے کیا لے لیا وہ  
کیا جانے؟، (دلائل نبوت)

### نورِ نبوت منتقل ہونا:-

محمدث ابو نعیم نے اپنی کتاب ”دلائل النبوة“ میں حضرت عبد اللہ بن عباس

رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

”جس رات حضور ﷺ کا نور نبوت حضرت عبد اللہ کی پشت اقدس  
سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کے بطن مقدس میں منتقل ہوا۔ روئے زمین  
کے تمام چوپاپوں خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے  
گویاں عطا فرمائی اور انہوں نے بزبان فتح اعلان کیا کہ آج اللہ  
کا وہ مقدس رسول شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جس کے سر پر تمام دنیا  
کی امامت کا تاج ہے اور جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ

”اللہ کے رزق کو کھاؤ اور شکر کرو۔“

اور نبی کریم ﷺ نے شکر کی تفسیر حمد سے فرمائی چنانچہ حدیث میں ہے افضل اشکر الحمد لله اور کھانے کے بعد الحمد لله پڑھنے کی کثرت سے تاکید آئی ہے۔ جب سفر ختم ہوتا تو آپ یہ پڑھتے

آثیوں تائبون عابدوں لربنا حامدوں

”هم اللہ کی طرف رجوع ہوئے والے ﷺ توبہ کرنے والے  
اپنے پروردگار کی عبادت کرنے والے حمد و شکر کرنے والے ہیں،“  
اور جب نماز ختم ہوتی تو یہ آیت شریفہ پڑھتے:

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين

و الحمد لله رب العالمين

غرض یہ کہ آیات قرآنیہ اور کلماتِ قدسیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمد کسی شے کے اختتام ہی کے بعد ہوتی ہے، اس لئے حق جل شانہ نے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا تاکہ انقطاع وحی اور اختتامِ نبوت و رسالت کی جانب مشپر ہو۔

آنحضرت ﷺ کے ان دونوں ناموں محمد اور احمد کی یہ تمام شرح علامہ سعیدیلی اور حافظ عسقلانی عین اللہ کے کلام سے مأخوذ ہے۔

کنیت:-

آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی مشہور و معروف کنیت ابو القاسم ہے جو آپ ﷺ کے سب سے بڑے صاحبزادے قاسم رضی اللہ عنہ کے نام پر ہے۔

دوسری کنیت ابو ابراہیم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ جب ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو جبرايل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ فرمایا

السلام عليك يا ابا ابراهيم

”سلام ہو آپ پر اے ابو ابراهيم۔“

ختنه:-

ختنه کے بارے میں تین قول تو یہ مشہور ہے کہ حضور اکرم ﷺ مختون پیدا ہوئے۔

حاکم کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مختون پیدا ہونے میں بہت سی حدیث متواتر ہیں۔

دوسرًا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے جد امجد سردار عبدالمطلب رضي الله عنه نے ولادت کے ساتویں روز حضور اکرم ﷺ کی ختنہ کرائیں جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل ﷺ کی سنت کے مطابق مولود کے ساتویں روز ختنہ کراتے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت حلیمه سعدیہ رضي الله عنه کے یہاں حضور اکرم ﷺ کی ختنہ ہوتی اور یہ قول ضعیف ہے۔ مشہور اور معتبر قول اول ہی کے دو قول ہیں اور ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ مختون ہی پیدا ہوئے، لیکن ختنہ کی تتمیم اور تکمیل سردار عبدالمطلب رضي الله عنه نے کی۔

(سیرۃ النبی ﷺ از مولانا محمد اور لیں کاندھلوی)

حضرت ﷺ عرب میں ہی کیا پیدا ہوئے؟

اگر ہم ملک عرب کو کرہ زمین کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک عرب کو ایشیاء، یورپ اور افریقہ تین برابعہ عظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اس سے بخوبی یہ سمجھہ میں آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے اس طے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لئے ہم کسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو ملک عرب

ہی اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب مقام ہے۔ خصوصاً حضور خاتم النبیین ﷺ کے زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیاء کی تین بڑی بڑی سلطنتوں کا تعلق ملک عرب سے تھا تو ظاہر ہے کہ ملک عرب سے اٹھنے والی آواز کو ان برابع نعمتوں میں پہنچائے جانے کے ذریع بخوبی موجود تھے۔ غالباً یہی وہ حکومت الہیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو ملک عرب میں پیدا فرمایا اور ان کو اقوام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ علیم)

وَاللَّهُ أَعْلَمُ

## خاندانی شرافت و سیادت

رسول اللہ ﷺ کا خاندان عرب میں ہمیشہ سے ممتاز و معزز چلا آتا تھا۔ نظر (یافہر) کا لقب قریش تھا۔ اس وجہ سے اس کی اولاد کو قریشی اور خاندان کو قریش کہنے لگے اور اس سے اوپر والے کنانی کہا لئے۔ قریش کی وجہ تسمیہ میں بہت سے مختلف اقوال ہیں جن کے ایراد کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے بھیجا گیا۔ ایک قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا۔ جس سے کہ ہوا“۔ حدیث مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ بنایا۔ اسی طرح ترمذی شریف میں بہ سند حسن آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کی پیدا کیا تو مجھ کو ان کے بے اچھے گروہ میں بنایا۔ پاس میں روح و ذات اور اصل کے لحاظ سے ان سب ماہوں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمَنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ  
أَبَدًا وَّ عِلْمِيُّ أَنَّهُ لَا يَخْلُقُ  
خدا نے حضرت محمد کا مثل کبھی پیدا نہیں کیا  
اور مجھے علم ہے کہ وہ آپ کا مثل پیدا نہ کرے گا

نظر کے بعد اپنے وقت میں رئیس عرب تھا۔ اس کا ہم عصر احسان بن عبد کلال احمدیرہ چاہتا تھا کہ کعبہ کے پھر انھا کریمین میں لے جائے۔ تاکہ حج کے لیے وہیں کعبہ بنادیا جائے۔ جب وہ اس ارادے سے حمیر وغیرہ کو ساتھ لے کر ریمن سے آیا۔ اور مکہ سے ایک منزل پر مقام نخلہ میں اترنا۔ تو فہر نے قبائل عرب کو جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا۔ حمیر کو شکست ہوئی۔ حسان گرفتار ہوا اور تین برس کے بعد فدیہ دے کر رہا ہوا۔ اس واقعہ سے فہر کی ہیبت و عظمت کا سکھ عرب کے دلوں میں جنم گیا۔

فہر کے بعد قصی بن کلاب نے نہایت عزت و اقتدار حاصل کیا۔ قصی مذکور آنحضرت ﷺ کے جد خامس ہیں۔ ان کا اصلی نام زید تھا۔ کلاب کی وفات کے بعد ان کی والدہ فاطمہ نے بنو عذرہ میں سے ایک شخص ربیعہ بن حزام سے شادی کر لی تھی۔ وہ فاطمہ کو اپنی ولایت یعنی ملک شام کو لے گیا۔ فاطمہ اپنے ساتھ زید کو بھی لے گئی۔ چونکہ زید ابھی بچہ ہی تھے اور اپنے وطن مالوف سے دور جا رہے تھے اس لیے ان کو قصی (تصغیر قصی بہ بعيد) کہنے لگے۔ جب قصی جوان ہو گئے تو پھر مکہ میں اپنی قوم میں آگئے۔ اور وہیں حلیل خزانی کی بیٹی سے شادی کر لی۔ حلیل اس وقت کعبہ کا متولی تھا۔ اس پر تولیت قصی کے ہاتھ آئی۔ اس نے خزانہ کو بیت المال سے نکال دیا اور قریش کو گھائیوں پہاڑیوں اور وادیوں سے جمع کر کے مکہ کے اندر اور باہر آباد کیا۔ اس وجہ سے قصی کو مجتمع بھی کہتے ہیں۔

قصی نے کافی کارہائے نمایاں کیے۔ چنانچہ ایک کمیٹی گھر قائم کی جسے دارالندوہ کہتے ہیں۔ مہمات امور میں مشورے یہاں کرتے۔ لڑائی کے لیے جنڈا یہیں تیار ہوتا۔ نکاح اور دیگر تقریبات کی مراسم یہیں ادا کرتے۔ حرم کی رفاقت و سقایت کا منصب بھی قصی ہی نے قائم کیا۔ چنانچہ موسم حج میں قریش کو جمع کر کے یہ تقریبی۔ ”تم خدا کے پڑوی اور خدا کے گھر کے متولی ہو۔ اور حاج خدا کے مہمان اور خدا کے گھر کے

زارین ہیں۔ وہ اور مہمانوں کی نسبت تمہاری میزبانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لیے ایام حج میں ان کے کھانے پینے کے لیے کچھ مقرر کرو۔ اس پر قریش نے سالانہ رقم مقرر کی۔ جس سے ہر سال ایام منی میں غریب حاجیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ سقایت کے لیے قصی نے چرمی حوض بنائے جو ایام حج میں کعبہ کے صحن میں رکھے جاتے تھے ان حوضوں کے بھرنے کے لیے مکہ کے کوؤں کا پانی مشکوں میں اونٹوں پر لا یا جاتا تھا۔ ان مناصب کے علاوہ قریش کے باقی شرف بھی یعنی حجابت (کعبہ کی کلید برادری و تویت) اور لواء (علم بندی) اور قیادت (امارت الشکر) قصی کے ہاتھ میں تھے۔ اور قصی ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے مزدلفہ پر روشنی کی تاکہ لوگوں کو عرفات نظر آجائے۔

قصی کے چار لڑکے (عبد الدار، عبد مناف، عبد العزی، عہد) اور دو لڑکیاں (تحمر، بره) تھیں۔ عبد الدار اگرچہ عمر میں سب سے بڑا تھا۔ مگر شرافت و وجاهت میں اپنے بھائیوں کے ہم پا یہ نہ تھا۔ اور عبد مناف تو سب سے اشرف تھے یہ آنحضرت ﷺ کے جد رابع تھے۔ ان کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے نور کی جھلک ان کی پیشانی میں ایسی تھی کہ ان کو قمر البح (وادی مکہ کا چاند) کہا کرتے تھے۔ جب قصی بہت بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے عبد الدار سے کہا کہ میں تجھے تیرے بھائیوں کے برابر کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر جرم شریف کے تمام مناصب اس کے سپرد کر دیے قصی کی ہیبت کے سبب سے اس وقت کسی نے اعتراض نہ کیا۔ مگر قصی کے بعد جب عبد الدار اور عبد مناف کا بھی انتقال ہو چکا تو عبد مناف کے بیٹوں (ہاشم، عبد شمس، مطلب، نوبل) نے اپنا استھناق ظاہر کیا اور چاہا کہ حرم شریف کے وطاائف عبد الدار کی اولاد سے چھین لیں۔ اس پر قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بنو اسد بنی عزی اور بنو زہرہ بن کلاب اور بنو قیم بن مرہ اور بنو حارث بن فہر یہ سب بنو عبد مناف کی طرف اور بنو مخزوم اور بنو کہم اور بنو حج اور بنو عدی بن کعب دوسری طرف ہو گئے۔ بنو عبد مناف اور ان کے احلاف نے قسمیں کھا

کر معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ اور یک جہتی کے اظہار کے لیے ایک پیالہ خوشبو سے بھر کر حرم شریف میں رکھا اور سب نے اس میں اپنی انگلیاں ڈبوئیں۔ اس لیے ان پانچ قبائل کو مطیعین کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے فریق نے باہم معاہدہ کیا اور ایک پیالہ خون سے بھر کر اس میں اپنی انگلیاں ڈبو کر چاٹ لیں۔ اس لیے ان پانچ قبائل کو لعقة الدام (خون کے چائے والے) کہتے ہیں۔ غرض ہر دو فریق لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ مگر اس بات پر صلح ہو گئی کہ سقایت و رفادت و قیادت بنو عبد مناف کو دی جائے۔ اور حجابت ولواء و ندوہ بدستور بنو عبد الدار کے پاس رہے۔ چنانچہ ہاشم کو جو بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ سقایت و رفادت ملی۔ ہاشم کے بعد مطلب کو اور مطلب کے بعد عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بعد ابو طالب کو ملی اور ابو طالب نے اپنے بھائی عباس کے حوالے کر دی۔ قیادت عبد شمس کو دی گئی۔ عبد شمس کے بعد اس کے بیٹے امیہ کو پھر امید کے بیٹے حرب کو پھر حرب کے بیٹے ابوسفیان کو عطا ہوئی۔ اس لیے جنگ احمد اور احزاب میں ابوسفیان ہی قائد تھا۔ جنگ بدر کے وقت وہ قافلہ قریش کے ساتھ تھا۔ اس لیے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس امیر الحجہش تھا۔ دارالندوہ عبد الدار کی اولاد میں رہا۔ یہاں تک کہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انہوں نے اسے دارالامارات بنالیا اور آخر کار حرم میں شامل ہو گیا۔ حجابت آج تک عبد الدار کی اولاد میں ہے۔ اور وہ بنو شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزیز بن عثمان بن عبد الدار ہیں۔ ولواء بھی اسی کی اولاد میں رہا۔ چنانچہ جنگ احمد میں حصہ اُن ہی کے ہاتھ میں تھا۔ جب ایک قتل ہو جاتا تو دوسرے اس کی جگہ لیتا۔ اس طرح ان کی ایک جماعت قتل ہو گئی۔

ہاشم نے منصب رفادت و سقایت کو نہایت خوبی سے انجام دیا ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو صبح کے وقت کعبہ سے پشت لگا کر یوں خطاب کرتے تھے۔ ”اے قریش کے

گروہ تم خدا کے گھر کے پڑوی ہو۔ خدا نے بنی اسرائیل میں سے تم کو اس کی تولیت کا شرف بخشنا ہے اور تم کو اس کے پڑوں کے لیے خاص کیا ہے۔ خدا کے زائرین تمہارے پاس آ رہے ہیں جو اس کے گھر کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس وہ اس خدا کے مہمان ہیں۔ اور خدا کے مہمانوں کی میزبانی کا حق سب سے زیادہ تم پر ہے۔ اس لیے تم خدا کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائرین کا اکرام کرو۔ جو ہر ایک شہر سے تیروں جیسی لا غر اور سب اندام اونٹیوں پر ژولیدہ مو اور غبار آلودہ آ رہے ہیں۔ اس گھر کے رب کی قسم اگر میرے پاس اس کام کے لیے کافی سرمایہ ہوتا تو میں تمہیں تکلیف نہ دیتا میں اپنے کسب حلال کی کمائی میں سے دے رہا ہوں۔ تم میں سے بھی جو چاہے ایسا کرے۔ میں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ جو شخص بیت اللہ کے زائرین کو اپنے مال سے دے، وہ بجز حلال کی کمائی کہ نہ ہو۔ اس تقریر پر قریش اپنے حلال مالوں میں سے دیا کرتے اور دارالندوہ میں جمع کر دیتے۔

ہاشم کا اصلی نام عمرو تھا۔ علورتبہ کے سب عمر والاعلا کہلاتے تھے۔ نہایت مہمان نواز تھے، ان کا دستر خوان ہر وقت بچھا رہتا تھا۔ ایک سال قریش میں سخت قحط پڑا۔ یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر 3 ایام حج میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورہ کر کے اونٹوں کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر شریدہ بنایا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے ان کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کہنے لگے۔

عبد مناف کے صاحبزادوں نے قریش کی تجارت کو بہت ترقی دی اور دول خارجہ کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے ان سے کارروان قریش کے لیے فرائیں حفظ و امن حاصل کیے۔ چنانچہ ہاشم نے قیصر روم اور ملک غسان سے اور عبد شمس نے جبشہ کے بادشاہ نجاشی سے اور نوفل نے اکابرہ عراق سے اور مطلب نے یمن کے شاہ حمیر سے اسی قسم کے فرمان لکھوا لیے۔ اس کے بعد ہاشم نے قریش کے لیے سال میں دو تجارتی

ہے مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی۔  
اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کے جانوروں نے ایک دوسرے  
کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت ابو القاسم ﷺ کی ولادت  
با سعادت کا وقت قریب آگیا۔

(زرقانی علی الموهوب جلد ۱، صفحہ ۱۰۸)

### فرشتوں کی مناجات:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے مناجات کی کہ اے ہمارے رب ہمارے سردار، محمد مصطفیٰ (ﷺ) جو تیرے نبی اور تیرے حبیب ہیں یتیم ہو گئے؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان کا میں حافظ و ناصر اور کفیل ہوں۔ ان پر صلوٰۃ و سلام بھیجو، اور ان کے لئے برکتیں مانگو اور ان کے لئے دعائیں کرو۔

صلوٰاتُ اللَّهِ تَعَالَى وَمَلَكَتِهِ وَالنَّبِيِّنَ وَالصَّدِيقِينَ وَالشَّهِدَاءِ  
وَالصَّالِحِينَ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ  
بْرَ كَاتِهِ سَلاَمَهُ،

### حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دعا:-

جس دن حضور اکرم ﷺ کی پیدائش ہوئی وہ بہت ہی مبارک وقت تھا۔ اس دن آفتاب (سورج) کی کرنیں خانہ کعبہ کے مقدس غلاف کو لپک کر چھوڑ ہی تھی اور اس وقت سارے لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے۔ ہر طرف ہوا کا عالم طاری تھا یعنی چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا اور خانہ کعبہ کی سر زمین کے اندر ۳۶۵ بت ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ ایسے میں قریش کے سردار حضور اکرم ﷺ کے دادا خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے گزر کر التجا کر رہے تھے کہ اتنے میں انہیں ایک پرمسرت

آواز آئی۔

”سردار جلدی گھر چلیے، آپ کے گھر آپ کا پوتا آیا ہے۔“

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ خوشی سے چلا گئے۔

”چج! بر ملا تم چج کہہ رہے ہو، مجھے تو اپنی سماں عتوں پر یقین نہیں آ رہا۔“

”میرا پوتا، میرے عبد اللہ کا بیٹا،“

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لبؤں پر مسکراہٹ رینگ آئی تھی، ان کا روای رواں خوشی سے جھوم رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب، ہمارے پیارے رسول خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہ اس دنیا میں جلوہ افروز ہو گئے تھے۔ ایک ایسی مبارک ہستی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو تخلیق فرمایا تھا۔

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تیز تیز قدموں کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور ننھے حضور ﷺ کو دیکھ کر فرطِ سرمت سے جھوم جھوم اٹھے، انہوں نے پوتے کو گود میں لے کر خوب پیار اور کیا اور بوسوں کی شکل میں اپنی محبت ان پر نچاہو کرنے لگے۔

### عقيقة کی رسم:-

حضورِ اکرم رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے حضورِ اکرم رضی اللہ عنہ کے دادا مبارک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ خوش تھے۔ ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا عقيقة کیا۔ اس دن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا گھر مہمانوں سے کھچا کچھ بھرا ہوا تھا۔

بچہ پیدا ہونے کے شکریہ میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے عقيقة کہا جاتا ہے۔ عقيقة ”عق“ سے مشتق ہے۔ لغت میں عق کا معنی چیرنا پھاڑنا ہیں۔ اصطلاح میں عقيقة ان بالوں کو کہتے ہیں جو نوزاںیدہ بچے کے سر پر ہوتے ہیں ان بالوں کو عقيقة اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ بال ساتویں دن موئڈے جاتے ہیں اور اسی مناسبت سے

عقيقة اس بکری کو بھی کہتے ہیں جو بچے کا سر موٹانے کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہاں جو مہمان آئے ہوئے تھے ان میں بڑے سردار بھی تھے، بدوبھی تھے نیزان میں وہ قبائل بھی شامل تھے کہ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اور ایک دوسرے کو دیکھنے تک کے روادار نہ تھے یہاں تک کہ وہ جب بھی اپنے دشمنوں کو دیکھتے تو ان کا خون کھول اٹھتا تھا۔ ان کی تلواریں ہر وقت نیام سے باہر نکلنے کے لیے بے چین رہتی تھیں لیکن اس مبارک دن وہ سب ایک ہی چھت کے تلے قیام پذیر تھے۔ حالانکہ وہ سب الگ الگ گروپوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کی طرف قہر بھری نظروں سے بھی دیکھ لیتے تھے مگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دادا سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شخصیت نے انہیں چھپ بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان میں سے کسی میں بھی یہ جرأت نہ تھی کہ وہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے خلاف جائے یا ان کے سامنے اونچے لجھے میں بات کرے۔ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی عزت اور احترام ان کے دلوں میں پل رہا تھا۔ مہمانوں کی تواضع ثرید سے کی جا رہی تھی۔

حارت کی کنیزوں اور سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے مہمانوں کے سامنے ثرید کے پیالے سلیقے سے چند یہے تھے۔ بکری کے شوربے میں ڈوبے ہوئی گندم کی روٹیاں ہاشمی گھرانے کا خاص پکوان تھا۔ پورے عرب میں اس ثرید کی تعریف کی جاتی تھی۔ ثرید کی مہک پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی اور لوگ بڑے ذوق و شوق سے ثرید کھا رہے تھے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو ایک چیز کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی مگر کسی میں بھی اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھتے۔ آخر کار کچھ وقت کے بعد ایک عرب نوجوان حرب بن امیہ بول اٹھا کہ اس محفل میں شراب کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔

سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مہماںوں کی تواضع کر رہے تھے انہوں نے حرب بن امیہ کی آواز نہ سنی۔ حرب بن امیہ نے گونجدار آواز میں سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلاموں سے کہا کہ شراب کہاں ہے جلدی سے شراب لے کر آؤ۔ حرب بن امیہ کی اوپنجی آواز سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے کانوں پر بھی پہنچ گئی انہوں نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ آج یہاں شراب کوئی نہیں پیئے گا۔

کسی نے پوچھا کہ کیوں عبداللہ کے بیٹے کی ولادت سے شراب ہم پر حرام ہو گئی ہے کیا؟، اس کے جواب میں عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں مگر پھر بھی آج یہاں کوئی شراب نہیں پیئے گا۔ اب لوگوں میں اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سامنے زبان کھول سکیں البتہ وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

جب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ سب اپنے حضور ﷺ کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے وہ سوچ رہے تھے کہ اس سردار کو آخر کس نام سے پکارا جائے گا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ کرامت ہی تھی کہ انہوں نے اپنی پیدائش کے وقت سارے عرب کے دشمن قبائل کو ایک چھت تملے جمع کر دیا تھا وہ قبائل جو ایک دوسرے کے خون کے پیاس تھے اور جن کی پیاسی تلواریں اپنے دشمنوں کا خون پینے کے لئے تڑپ اٹھتی تھیں۔

اسم ”احمد“ اور اسم ”محمد“:-

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے پوتے کا نام ”محمد (ﷺ)“ رکھا جبکہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بیٹے کا نام ”احمد (ﷺ)“ رکھا۔

قریش نے کہا ابوالحارث (ابوالحارث عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ نے ایسا نام کیوں تجویز کیا جو آپ کے آباء و اجداد اور آپ کی قوم میں سے اب تک کسی نے نہیں رکھا۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ نام اس لئے رکھا کہ اللہ

آسمان میں اور اللہ کی مخلوق زمین میں اس مولود کی حمد اور شنا کرے۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ جو اس نام رکھنے کا باعث ہوا۔ وہ یہ کہ عبدالمطلب کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی کہ جس کی ایک جانب آسمان میں اور ایک جانب زمین میں اور ایک جانب مشرق میں اور ایک جانب مغرب میں ہے۔ کچھ دیر بعد وہ زنجیر درخت بن گئی، جس کے ہر پتہ پر ایسا نور ہیکہ جو آفتاب کے نور سے ستر درجہ زیادہ ہے۔ مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں۔ قریش میں سے بھی کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور قریش میں سے کچھ لوگ اس کے کائیں کا ارادہ کرتے ہیں، یہ لوگ جب اس ارادے سے اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں تو ایک نہایت حسین و جمیل جوان ان کو ہٹا دیتا ہے۔ معبرین نے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے اور آسمان اور زمین والے اس کی حمد و شنا کریں گے۔ اس وجہ سے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام "محمد" رکھا۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اس خواب سے "محمد" نام رکھنے کا خیال پیدا ہوا۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کا نام "احمد" رکھا۔ بریدہ اور ابن عباس کی روایت میں یہ ہے کہ محمد اور احمد رکھنا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ شفا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہے کہ وہ فرماتی تھیں کہ میں نے خواب میں کسی کو کہتے سنا جبکہ چھ ماہ کی حاملہ تھی اس نے مجھ سے کہا اے آمنہ تم سارے جہان سے افضل کی حاملہ ہو جب تم سے وہ پیدا ہو تو اس کا نام "محمد" رکھنا اور اپنے حال کو پہاں رکھنا۔ اس روایت سے ظاہر و معلوم ہوتا ہے کہ "محمد" نام رکھنا آمنہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے ہوگا حالانکہ دوسری حدیث

میں آیا ہے کہ یہ نام حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رکھا ہے تو ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

غرض یہ کہ صحابہ الہام کے تقاطر اور رویائے صالحہ کے تواتر نے ماں اور دادا، احباب اور اقارب، یگانہ اور بیگانہ سب ہی کی زبان سے وہ نام تجویز کر دیئے کہ جس نام سے انبیاء و مرسیین اس نبی امی فداہ نفسی و ابی و امی کی بشارت دیتے چلے آ رہے تھے۔

جس طرح حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تمام بیٹوں میں سے صرف آپ ﷺ کے والد ماجد کا ایسا نام تجویز کرنا کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو یعنی عبد اللہ نام رکھنا، یہ القاء رباني تھا اسی طرح آپ کا نام مبارک محمد اور احمد رکھنا یہ بھی بلاشبہ الہام رحمانی تھا جیسا کہ علامہ نووی حنفی نے شرح مسلم میں ابن فارس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کے گھروالوں کو الہام فرمایا، اس لئے یہ نام رکھا۔

اور یہی دونام حق جل شانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائے ہیں۔

مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ جـ۔ وَ إِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْيَنِي إِسْرَائِيلَ  
إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مَصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَ مِنَ التَّوْرَاةِ وَ  
مُبَشِّرًا مِّنْهُ بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْهُ بَعْدِي إِسْمُهُ أَحْمَدُ

”محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جس وقت کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا

کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، توریت

کا تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور اپنے

بعد ایک آنے والے رسول کی بشارت دینے والا جن کا نام احمد

(مشنون) ہو گا۔“

محمد کا اصل مادہ حمد ہے۔ حمد اصل میں کسی کے اخلاقِ حمیدہ، اوصافِ پسندیدہ، کمالاتِ اصلیہ فضائلِ حقیقیہ اور محاسن واقعیہ کو محبت اور عظمت کے ساتھ بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تمجید جس سے محمد مشتق ہے وہ بابِ تفعیل کا مصدر ہے۔ جس کی وضع ہی مبالغہ اور تکرار کے لئے ہوئی ہے۔ لہذا الفاظِ محمد جو تمجید کا اسم مفعول ہے، اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ذاتِ ستودہ صفات کہ جن کے واقعی اور اصلی کمالات اور محاسن کو محبت اور عظمت کے ساتھ کثرت سے باز بار بیان کیا جائے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ  
بعض کہتے ہیں کہ محمد کے معنی یہ ہیں کہ جس میں خصائیں حمیدہ اور اوصافِ محمودہ علی وجہ الکمال پائے جاتے ہوں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ تاریخ صیر میں فرماتے ہیں کہ علی بن زید سے مردی سے مروی ہے کہ ابوطالب یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

و شق له من اسمه ليجله

فذوا العرش محمود و هذا محمد

یہ شعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دیوان میں بھی مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ توارد ہو یا حضرت حسان نے ابوطالب کے اس شعر پر تضمین کی ہو؛ واللہ اعلم۔ احمد ایم تفضیل کا صیغہ ہے۔ بعض کے نزدیک اسم مفعول کے معنی میں ہے اور بعض کے نزدیک اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ اگر اسم مفعول کے معنی لئے جائیں تو احمد کے یہ معنی ہوں گے، سب سے زائد ستودہ تو بیشک مخلوق میں آپ سے زائد کوئی ستودہ نہیں اور نہ آپ سے بڑھ کر کوئی سراہا گیا۔

اگر اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو احمد کے یہ معنی ہوں گے کہ مخلوق میں سب سے زیادہ خدا کی حمد اور ستائش کرنے والے۔ یہ بھی نہایت صحیح اور درست ہے۔ دنیا میں آپ نے اور آپ کی امت نے خدا کی وہ حمد و شناکی جو کسی نے نہیں کی،

اسی وجہ سے انبیاء سالقین نے آپ کے وجود باوجود کی بشارت لفظ احمد کے ساتھ اور آپ کی امت کی بشارت حمادین کے لقب سے دی ہے جو نہایت درست ہے اور اللہ نے آپ کو سورۃ الحمد عطا کی اور کھانے اور پینے اور سفر سے واپس آنے کے بعد اور ہر دعا کے بعد آپ اور آپ کی امت کو حمد اور شاپڑھنے کا حکم دیا اور آخرت میں بوقتِ شفاعت آپ پر من جانب اللہ وہ محمد اور خدا کی وہ تعریفیں منکشف ہوں گی کہ جونہ کسی نبی مرسل پر اور نہ کسی ملک منزل پر منکشف ہوئیں۔ اسی وجہ سے قیامت کے دن آپ کو مقام محمود اور لواء حمد عطا ہوگا، اس وقت تمام اولین و آخرین جومیدان حشر میں جمع ہوں گے وہ آپ کی حمد اور شاکریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حمد کے تمام معانی اور انواع و اقسام آپ کے لئے خاص کر دیجے گے۔ کلمات الہیہ اور ارشاداتِ نبویہ میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی حمد اور شاہراہ کام کے ختم کے بعد پسندیدہ اور مستحسن ہے۔

وَقُضِيَ بِيَنْهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (زمر: ۷۵)

”ان کے درمیان حق کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔“

وَأَخِرُّ دُعَوْهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (یونس: ۱۰)

”اہلِ جنت کی آخری دعا یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین“

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا هَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(الانعام: ۲۵)

”طالبوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔“

كُلُّوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ (سبا: ۱۵)

سفر مقرر کیے اس لیے قریش موسم سرما میں یمن و جبہ میں اور گرمائیں عراق و شام میں جاتے اور ایشیا نے کوچک کے مشہور شہر انقرہ (انگورہ) تک پہنچ جاتے۔

ہاشم کی پیشانی میں نور محمدی چمک رہا تھا۔ احبار میں سے جو آپ کو دیکھتا آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا۔ قبائل عرب و احبار میں سے آپ کو شادی کے پیام آتے مگر آپ انکار کر دیتے۔ ایک دفعہ بغرض تجارت آپ ملک شام کو گئے۔ راستے میں مدینہ میں بنو عدی بن نجاح میں سے ایک شخص عمرو بن زید بن لبید خزر جی کے ہاں ٹھہرے۔ اس کی صاحزادی سلمی خسن و صورت و شرافت میں اپنی قوم کی تمام عورتوں میں ممتاز تھی۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ مگر عمرو نے ہاشم سے یہ عہد لیا کہ سلمی (۱) جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں جنے گی۔ شادی کے بعد ہاشم شام کو چلے گئے۔ جب واپس آئے تو سلمی کو اپنے ساتھ مکہ میں لے آئے۔ حمل کے آثار بخوبی محسوس ہوئے تو سلمی کو مدینہ میں چھوڑ کر آپ شام کو چلے گئے۔ اور وہیں غزوہ میں پھیس سال کی عمر میں انتقال کیا اور غزوہ ہی میں دفن ہوئے۔ سلمی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے سر میں کچھ سفید بال تھے۔ اس لیے اس کا نام شبہ رکھا گیا۔ اور شبہ الحمد بھی کہتے تھے۔ حمد کی نسبت اس کی طرف اس امید پر کی گئی کہ اس سے افعال نیک سرزد ہوں گے۔ جس کے سبب سے لوگ اس کی تعریف کیا کریں گے شبہ سات یا آٹھ سال مدینہ ہی میں رہے۔ پھر مطلب کو خبر لگی تو سمجھتے ہوئے کے لیے مدینہ میں پہنچے۔ جب مدینہ سے واپس آئے تو شبہ کو اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کر لیا۔ شبہ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ جب چاشت کے وقت مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مطلب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ مطلب بنے کہا یہ میرا عبد (غلام) ہے۔ اس وجہ سے شبہ کو عبد المطلب کہنے لگے۔ وجہ تسمیہ میں بعضوں نے اور قول بھی نقل کیے ہیں۔

مطلوب کے بعد اہل مکہ کی ریاست عبد المطلب کو ملی اور رفاقت و سقاوت ان

کے حوالہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا نوران کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ ان سے کستوری کی سی خوببو آتی تھی۔ جب قریش کو کوئی حادثہ پیش آتا تو عبدالمطلب کو کوہ شبہ پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے بارگاہ رب العزت میں دعا مانگتے۔ اور ایام قحط میں ان کے واسطے سے طلب باراں کرتے اور وہ دعا قبول ہوتی۔ عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جو تخت کیا کرتے تھے۔ یعنی ہر سال ماہ رمضان میں کوہ حرام میں جا کر خدا کے گیان دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے۔ وہ موحد تھے۔ شراب و زنا کو حرام جانتے تھے۔ نکاح محارم سے اور بحالت برہنگی طواف کعبہ سے منع کرتے۔ لڑکیوں کے قتل سے روکتے۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ بڑے مستجاب الدعوات اور فیاض تھے اپنے دسترخوان سے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پرند چرند کو کھلایا کرتے تھے۔ اس لیے انہیں مطعم الطیر (پرندوں کو کھلانے والے) یہ سب کچھ نور محمدی ﷺ کی برکت سے تھا۔

عبدالمطلب نے چاہ ززم کو نئے سرے سے گھدوا کر درست کیا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کعبہ کی تولیت نابت بن اسماعیل کے پرد ہوئی نابت کے بعد نابت کا نانا مضاض بن عمرو جرمی متولی ہوا۔ جب بنو جرمہم حرم شریف کی بے حرمتی کرنے اور کعبہ کے مال اپنے خرچ میں لانے لگے تو بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ اور غبشان خزانی نے ان کو مکہ سے یمن کی طرف نکلا دیا۔ اس وقت سے خزانہ متولی ہوئے۔ خزانہ میں سے اخیر متولی حلیل بن بشیہ تھا۔ جس کے بعد تولیت قصی کے ہاتھ آئی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ عمر بن حارث بن مضاض جرمی نے جاتے وقت کعبہ کے ہر دو غزال طلائی اور جمر رکن کو ززم میں ڈال کر اسے ایسا بند کر دیا تھا کہ مدت گزرنے پر کسی کو اس کا نشان تک معلوم نہ رہا۔ آخر کار عبدالمطلب کو خواب میں اس کے کھونے کا اشارہ ہوا۔ عبدالمطلب کے ہاں اس وقت صرف ایک صاحبزادہ حارث تھا۔ اسی کو ساتھ لے کر کھونے لگے۔ جب کوئی کا بالائی حصہ نظر آیا تو خوشی میں

تکبیر کہی۔ کھو دتے کھو دتے ہر دو غزال اور کچھ تلواریں اور زر ہیں برآمد ہوئیں۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ عبدالمطلب نے بجائے مقابلہ کے اس معاملہ کو قرعہ اندازی پر چھوڑا چنانچہ ہر دو غزال کا قرعہ کعب پر اور تلواروں اور زر ہوں کا قرعہ عبدالمطلب پر پڑا اور قریش کے نام کچھ نہ نکلا۔ اس طرح عبدالمطلب نے زمزم کو کھو دکر درست کیا۔ اس وقت سے زمزم کا پانی حاجیوں کے کام آنے لگا۔ اور مکہ کے کوؤں کے پانی کی ضرورت نہ رہی۔

زمزم کے کھو دنے میں عبدالمطلب نے اپنے معاونین کی قلت محسوس کر کے یہ منت مانی تھی کہ اگر میں اپنے سامنے دس بیٹوں کو جوان دیکھ لوں۔ تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔ جب مراد برآئی تو ایفائے نذر کے لیے دسوں بیٹوں کو لے کر کعبہ میں آئے۔ اور پیچاری سے اپنی نذر کا حال بیان کیا اور کہا کہ ان دسوں پر قرعہ ڈالوں یکھوکس کا نام نکلتا ہے۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے نام کا قرعہ دیا۔ ایک طرف پیچاری قرعہ نکال رہا تھا۔ دوسری طرف عبدالمطلب یوں دعا کر رہے تھے۔ ”یا اللہ میں نے ان میں سے ایک کی قربانی کی منت مانی تھی اب میں ان پر قرعہ اندازی کرتا ہوں تو جسے چاہتا ہے اس کا نام نکال۔“ اتفاق سے عبد اللہ کا نام نکلا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور عبدالمطلب کو سب بیٹوں میں پیارے تھے۔ عبدالمطلب چھری ہاتھ میں لے کر ان کو قربان گاہ کی طرف لے چلے۔ مگر قریش اور عبد اللہ کے بھائی مانع ہوئے۔ آخر کار عبد اللہ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈال گیا اتفاق یہ کہ عبد اللہ ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔ پھر عبد اللہ اور میں اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی نکلا۔ بڑھاتے بڑھاتے سواونٹوں پر نوبت پہنچی تو قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے سواونٹ قربانی کیے، اور عبد اللہ نج گئے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا ابن الذین یعنی میں دو ذبح (الملعیل و عبد اللہ) کا بیٹا ہوں۔

جب عبدالمطلب اونٹوں کی قربانی سے فارغ ہوئے تو عبداللہ کی شادی کی فکر ہوئی۔ عبداللہ نور محمدی کے سبب کمال حسن و جمال رکھتے تھے۔ قضیہ ذبح سے اور مشہور ہو گئے۔ قریش کی عورتیں ان کی طرف مائل تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پردہ عفت و عصمت میں محفوظ رکھا۔ عبدالمطلب ان کے لیے ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو شرف نسب و حسب و عفت میں ممتاز ہو۔ اس لیے وہ ان کو بنو زہرا کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرا بن کلاب بن مرہ کے ہاں لے گئے۔ وہب کی بیٹی آمنہ زہریہ قرشیہ نسب و شرف میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں عبدالمطلب نے وہب کو عبداللہ کی شادی کا پیغام دیا۔ اور وہیں عقد ہو گیا (۱)۔ بعض کہتے ہیں کہ آمنہ اپنے چچا وہیب کے پاس رہتی تھیں۔ عبدالمطلب نے وہیب کو پیغام دیا اور نکاح ہو گیا اور اسی مجلس میں خود عبدالمطلب نے وہیب کی صاحبزادی ہالہ سے شادی کی۔

جب نورِ محمدی حضرت آمنہ کے رحم مبارک میں منتقل ہو گیا تو کئی نجایبات ظہور میں آئے۔ اس سال قریش میں سخت تحطیح سالی تھی۔ اس نور کی برکت سے زمین پر جا بجا رو سیدگی کی محملی چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیے اور مکہ میں اس قدر فراغ سالی ہوئی کہ اس سال کو سَفَّتُ الْفَتْحَ وَالَا بَهْتَاجَ کہنے لگے۔ قریش کا ہر ایک چار پا یہ فصح عربی زبان میں حضرت آمنہ کے حمل کی خبر دینے لگا۔ بادشاہ کے تخت اور بت اوندھے گر پڑھے۔ مشرق و مغرب کے دھنی چند پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ جن پکارا ٹھے کہ حضرت کا زمانہ قریب آگیا۔ کہانت کی آبروجاتی رہی اور رہبانیت پر خوف طاری ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے ”تیرے پیٹ میں جہان کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا“۔

## رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی شب

### ہئونے والے چند اہم واقعات

بت کا اونڈھے منہ گرنا:-

اہل قریش کا ایک بت تھا وہ ہر سال اس بت کے نزدیک آتے۔ عید اور جشن مناتے اس کے سامنے اعتکاف کرتے تھے۔ ایک رات اہل قریش نے دیکھا کہ وہ بت زمین پر اونڈھا پڑا ہوا ہے انہوں نے اسے اٹھا کر اپنی جگہ کھڑا کیا مگر وہ دوبارہ گر پڑا پھر کھڑا کیا پھر گر پڑا جب انہوں نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو وہ بہت غمگین و ملول ہوئے اور اسے اپنی جگہ مضبوط کر کے باندھ دیا اس وقت اس بت کے خول سے یہ آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔

تردیب مولودِ اضافت بنورہ

جمیع فجاجِ الارض بالشرق والغرب

و خرت له الا و ثان طرًا و رعدت

قلوب ملوك الارض جمعاً من الرعب

”یعنی مولود کو چار اڑھائی جس کے نور کی شعاعوں سے زمین کے

مشرق و مغارب کی راہیں روشن ہو گئیں۔ اور اس کی حرارت سے تمام بت گر پڑے، اور اس کے رعب و دبدبہ سے زمین کے بادشاہوں کے دل دہل گئے۔“

یہ واقعہ حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت کا ہے۔

### تمام جہانوں کے سردار کی ماں:-

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وصب رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں کہہ رہا ہے کہ تم سب مخلوق خدا سے بہتر اور تمام جہانوں کے سردار کی ماں بننے والی ہو۔

فَإِذَا وُلِدَتِهِ فَسَمِيَّهُ مُحَمَّدًا وَأَحْمَدًا

”جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد اور احمد رضی اللہ عنہما کر کھانا اور ان کے گلے میں یہ تعلیمات دال دینا۔“

جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے سر کے قریب سنہری حروف سے لکھی ہوئی یہ تحریر موجود پائی۔

اعیذ بالواحد

من شر کل حاسد

وکل خلقِ رائد

من قائمٍ و قادر

عن السبیل عائد

علی الفساد جاهد

من نافث او عاقد

وکل خلقِ مادر

يأخذ بالمراسد

فِي طرِقِ الْمَوَارِدِ

”میں پناہ مانگتا ہوں وحدہ لاشریک کی ہر حاسد کے شر سے ہر بھٹکی مخلوق سے کھڑی ہو یا بیٹھی ہوئی، جو سیدھی راہ سے ہٹی ہے اور فساد کے لئے کوشش ہے اور پناہ مانگتا ہوں، ہر پھونکنے اور گرہ لگانے والے سے اور مردود مخلوق سے جو لوگوں کی گذرگاہوں پر گھات لگائے بیٹھتی ہے۔ آگے یہ لکھا تھا کہ میں اس بچے کو خدائے برتر کی پناہ میں دیتا ہوں اور اسی کے دست زبردست و نہایاں کے حوالے کرتا ہوں۔ دست خدا ان پر غالب ہے اور پرداہ الہی ان کے آگے ہے تو تابد کسی حال میں انہیں نقصان نہ پہنچے گا۔“

### ستاروں کی سلامی:-

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میری والدہ نے بتایا کہ جب آخر حضرت شیخہ پیدا ہوئے تو اُس وقت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی موجود تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ شیخہ کی پیدائش کے وقت آسمان سے ستارے جھکنے لگے یہاں تک کہ مجھ کو گمان ہوا کہ یہ کہیں مجھ پر نہ آگریں۔

قالَتْ فَجَعَلَتْ أَنْظَرَ إِلَى النَّجُومِ تَدْلِيَ حَتَّىٰ قَلَتْ لِتَقْعُنَ عَلَىٰ  
فَلَمَا وَضَعَتْ خَرْجَهُ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهُ الْبَيْتُ وَالدَّارُ حَتَّىٰ جَعَلَتْ  
لَا أَرَى إِلَّا نُورًا

ترجمہ: ”میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے جھکنے لگے (یعنی سلامی دینے لگے) یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ مجھ پر آ

گریں گے جب ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے وہ نور نکلا جس نے درود یوار کو جنمگا دیا۔ اور مجھے ہر طرف نور ہی نور نظر آنے لگا۔“

### نور سے ساری زمین کا روشن ہونا:-

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنو سعد بن بکر میں دودھ پی رہے تھے یعنی جب حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زیر پرورش تھے آپ ﷺ والدہ نے آپ کو دودھ پلانے والی عورت سے کہا اس بچے کا خیال رکھنا اور اس کے بارہ میں کسی کا ہن وغیرہ سے سوال کرنا۔ کیونکہ جب یہ تولد ہوا تو میں نے دیکھا کہ:

کانهٗ خرج منی شہابُ اضاءات لَهُ الارض کلها<sup>۱</sup>  
گویا مجھ سے نور نکلا جس سے ساری زمین روشن ہو گئی اور میں نے شام کے محلات دیکھ لئے۔

ایک دن آپ ﷺ کی دایہ حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر کہیں جا رہی تھیں عرب کی ایک منڈی ذی المجاز میں پہنچیں تو وہاں ایک کاہن کو دیکھا جس سے لوگ سوالات کر رہے تھے انہوں نے خیال کیا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حسب حکم اس سے سوال کرنا چاہئے آپ رضی اللہ عنہا اس کے پاس آئیں۔ جب کاہن نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو آپ کے دونوں بازو پکڑ لئے اور بولا اے قوم اس بچے کو قتل کر دو! قتل کر دو! اے قوم اسے مار دو! حلیمه رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں اس کاہن پر جھپٹ پڑی اور بچے کے بازو پکڑ لیے اور مدد کے لئے پکارا اتنے میں کچھ لوگ آگئے جو ہمارے ساتھ آئے تھے اور ہم نے کوشش کر کے اس بچے چھڑوا لیا اور لے کر وہاں سے چل دیئے۔

## پیدائش کے وقت آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان پر لگی ہوئی:-

حضرت داؤد بن ابی هند سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ابھی رحم مادر میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے جب آپ کا تولد ہوا تو ایک زبردست نور چمکا پیدا ہوتے ہی آپ دونوں ہاتھوں سے زمین کو تھام کر بیٹھ گئے اور آنکھیں آسمان کی طرف گاڑ دیں پھر گھروالوں نے آپ پر ایک بڑی ہندیا رکھ دی مگر کچھ ہی دیر بعد وہ دو ٹکڑے ہو گئی۔

## ولادت کے وقت عبدالمطلب کا

### آپ ﷺ کے ماتھے کو بو سہ دینا:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابو طالب سے سنا وہ بتاتے تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو وضع فرمایا تو حضرت عبدالمطلب آئے آپ ﷺ کو انھایا ماتھے پر بو سہ دیا اور ابو طالب نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا یہ تمہارے پاس میری امانت ہے میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی پھر حضرت عبدالمطلب نے اونٹ اور بکریاں ذبح کروائیں تمام اہل مکہ کی تین دن دعوت کی پھر مکہ کی طرف آنے والے ہر راستہ پر اونٹ ذبح کروائے کر کھدیجے جہاں سے تمام انسانوں جانوروں اور پرندوں کو گوشت لینے کی اجازت تھی۔

### ہر طرف نور ہی نور ہو گیا:-

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور نبی کریم ﷺ بچپن میں اکٹھے کھیلا کرتے تھے میری والدہ شفا بنت عمرو بن عوف ہمیں بتاتی تھیں کہ جب حضرت سعدنا آمنہ رضی اللہ عنہا نے محمد ﷺ کو تولید کیا تو آپ ﷺ میرے ہاتھوں پر تشریف لائے گئے کیا تو میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اللہ ۷ کا برسا۔

کرے۔ شفا کہتی ہیں۔

فاضاء لى ما يين المشرق والمغرب حتى نظرت الى بعض

قصور الشام ۰

”اس وقت مجھ پر مشرق سے مغرب تک سارا جہان روشن ہو گیا اور میں نے شام کے بعض محلات دیکھ لئے۔“

پھر میں نے آپ ﷺ کو لباس پہنایا اور بستر پر لٹا دیا کچھ ہی لمحوں بعد مجھ پر تاریکی اور رعب و خوف طاری ہوا پھر میری دائیں طرف روشنی ہوئی میں نے سا کوئی پوچھ رہا تھا تم انہیں کہاں لے گئے تھے؟ جواب دینے والے نے کہا مغرب میں لے گیا تھا فرماتی ہیں پھر مجھ پر باعیں طرف سے تاریکی اور رعب طاری ہوا پھر روشنی ہوئی اور میں نے کسی کی آواز سنی تم انہیں کہاں لے گئے تھے؟ کہا مشرق میں لے گیا تھا اب انکا ذکر وہاں سے کبھی نہیں ختم ہو گا۔

فرماتی ہیں یہ واقعہ ہمیشہ میرے دل میں تازہ رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھی۔

کسری کے محل کے کنگروں کا گرنا اور آتش کدہ کا بجھا:-

هانی مخزوی جس کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی ان کے بیٹے مخدوم بن هانی نے روایت کی ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔

أَرْتَجَسْ إِيُونَ كَسْرَى وَسَقَطَتْ مِنْهُ أَرْبَعَةْ عَشَرْ شَرَافَهْ ۝

”کسری کا محل دہل اٹھا اور اس کے چودہ برج (مینازے) گر گئے۔“

وَخَمْدَتْ نَارْ فَارِسْ وَلَمْ تَخْمَدْ تَبْلَ ذَلِكَ بِالْفَعَامِ ۝

آتش کدہ ایران سرد ہو گیا جو ایک ہزار سال سے مسلسل دھک رہا تھا، دریائے سادہ خشک ہو گیا اور مجوسی عالم موبذان نے خواب میں دیکھا کہ طاقت ور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دریائے دجلہ عبور کرتے ہوئے انہیں علاقہ فارس (ایران) میں پھیلا دیا۔

صحح ہونے پر کسری شاہ ایران بڑا پریشان تھا مگر اس نے صبر کیا اور خیال کیا کہ اس بارہ میں اپنے وزراء و مشیرین سے مشورہ کرنا چاہئے اس نے تاج پہننا اور اپنے تخت پر بیٹھتے ہی موبذان کو بلا لیا۔ اور کہا موبذان! آج رات میرے محل کے چودہ برج گر گئے ہیں اور ہزار سال سے مسلسل دیکھنے والا آتش کدہ فارس بجھ گیا ہے۔

موبذان کہنے لگا اے بادشاہ! میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ کچھ طاقیور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دجلہ عبور کروا کر انہیں ہمارے فارس میں پھیلا دیا۔ شاہ نے کہا۔ اب بتاؤ موبذان کیا کیا کیا جائے وہ علم میں ان سب کا امام تھا کہنے لگا عرب میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ کسری نے اسی وقت یہ نامہ لکھوایا۔

”شاہ شاہان کسری کی طرف سے نعمان منذر کی طرف حکم یہ ہے کہ میری طرف ایک عربی شخص بھیجا جائے جو میرے بحوالات کا جواب دے سکے۔“

نعمان نے فوراً عبد اسحٰق بن حبان بن نفیلہ کو بھیج دیا۔ شاہ ایران نے پوچھا اے عبد اسحٰق! کیا تمہارے پاس میرے بحوالات کا جواب ہے اس نے کہا اگر مجھے علم ہوا تو جواب دوں گا ورنہ کسی علم والے کا راستہ بتاؤں گا جو جواب دے سکے۔ بادشاہ نے اسے سنارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا کہ اس کا علم تو میرے ماموں کے پاس ہے جو شام کے کسی پہاڑ میں رہتا ہے جسے ”سطیح“ کہتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا اچھا اس کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ بتائے فوراً واپس آ کر مجھے

اس سے آگاہ کرو۔ عبدالمسیح روانہ ہو کر سطح کے پاس پہنچا۔ جب کہ وہ موت کے سانس لے رہا تھا۔ اس نے سلام کیا اور بادشاہ کی طرف سے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ مگر سطح نے کوئی جواب نہ دیا۔ عبدالمسیح کہنے لگا۔

اصم امر یسمع غلیریف الیمن ۰ امر فاز فاز امر بہ ساف العن  
یافصل الخطة اعیت من فتن ۰ وامه من آل ذنب بن حجن  
تحمله وجناه تھوی من وجن ۰ حتی اتی عاری الجاجی  
والقطن اصک مهم الناب صراد الاذن ۰

”یمن کا سردار بہرہ ہے یا سن رہا ہے۔ یا اس پر موت کا فرشتہ غالب آگیا ہے۔ اے مشکل حل کرنے والے وہ مشکل جس نے ایک فتنہ زدہ انسان کو تھکا دیا (مراد خود متکلم ہے) جس کی ماں آل ذب بن جن سے ہے۔ اور اسے ایک طاقتور اوثنی اٹھالائی ہے۔ اور وہ ایسے شخص (سطح) کے پاس آیا ہے جو کھوپڑی اور نچلے دھڑے سے عاری ہے۔ اب تو مضبوط دانت کانوں کی بلند جگہ پر مار دے (یعنی مجھے میری بات کا جواب دے دے)۔“

سطح نے یہ سن کر سر اٹھایا۔ اور کہنے لگا سطح کے پاس عبدالمسیح آیا ہے۔ جب نے والا ہے۔ تجھے شاہ سامان نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کا ایوان لرز اٹھا۔ ہو گیا۔ اور موبذان نے خواب میں دیکھا کہ کچھ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں وے لائے اور دبلہ عبور کروا کر بلاد فارس میں نہیں پھیلا دیا۔

اے عبدالمسیح! جب تک تلاوت قرآن ہونے لگے دریائے ساوہ خشک ہو ساحب عصاء) (صاحب شریعت نبی ﷺ) ظاہر ہو جائیں اور وادی ساوہ یہ

پڑے۔ تو پھر سطح کے لئے شام جائے قرار نہ رہے گا ان ساسانیوں (شاہان فارس) سے اتنے ہی مرد اور عورتیں تخت حکومت سنجا لیں گی جتنے ساسانی بادشاہ کے برج گرے ہیں اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یہ کہہ کر سطح مر گیا اور عبدالستح نے اس کے پاس کھڑے ہو کر چند اشعار کہے اور واپس آ کر کسری کو سارا ماجرا سنایا کسری نے کہا ہم میں سے چودہ بادشاہوں کے گزرنے تک کچھ کا کچھ ہو چکا ہو گا (اس لئے کوئی فکر والی بات نہیں) کہتے ہیں پھر صرف چار برس میں ان کے دس بادشاہ گزر گئے اور باقی بھی یوں ہی جلد ختم ہو گئے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کسری پر آپ کے متعلق اللہ نے کون سی دلیل ظاہر فرمائی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کے گھر کی دیوار میں ایک سوراخ سے اندر ہاتھ ڈالا جس سے سارا گھر نور سے بھر گیا۔ کسری یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ فرشتے نے کہا خوف نہ کرو کسری! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر کتاب آتا ری ہے تم اس کی پیروی کرو۔ دنیا و آخرت میں سلامتی پاؤ گے۔ کہنے لگا دیکھوں گا۔

(دلائل نبوت)

## حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی خوش قسمتی

پیدائش کے وقت پہلی بات:-

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”حضرت حنفیہ کی ولادت کے وقت میرے ساتھ اُس وقت حضرت حوا علیہ السلام، حضرت ہاجرہ، حضرت زینا اور حضرت آسیہ موجود تھیں۔ ان چاروں نے حضور ﷺ کو ایک زریں طشت پر آب کوثر سے نہلا کیا اور سرمبارک پر سبز کپڑا باندھ کر عطر بہشت مل دیا اور میری گود میں لٹا دیا تو اس وقت حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور کہا:

رَبِّ هَبْ لِيْ أُمَّتِيْ

”اے میرے رب! میری امت کو میرے واسطے بخش دے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”میں نے تیری امت کو تیری بلند ہمتی کی وجہ سے بخش دیا۔“

پھر فرشتوں سے کہا:

”گواہ رہنا کہ میرا پیارا حبیب ﷺ اپنی ولادت کے وقت بھی اپنی امت کو نہیں بھولا تو قیامت کے دن کس طرح بھول سکے گا۔“

دنیا میں آمد:-

جب آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو اُس وقت عرب کی سیاسی حالت یہ تھی کہ مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان، جنوب میں بحر عرب یا بحر ہند، مغرب میں بحر قلزم اور نہر سوینز، شمال میں ملک شام، ملک شام و ملک عرب کا رقبہ بارہ لاکھ میل مربع ہے جس میں چار پانچ لاکھ میل مربع کے قریب خالص ریگستانی اور غیر آباد رقبے شامل ہیں۔ سب سے مشہور ریگستان ربع خالی۔ کے نام سے موسوم ہے جس کا رقبہ ڈھائی لاکھ میل مربع ہے اور وسط عرب میں مائل بجنوب و مشرق واقع ہے، اس ریگستان عظیم کے شمال میں الحسا یا بحرین کا صوبہ ہے جو خلیج فارس کے ساحل پر واقع ہے۔ عرب کا ملک اندر وہی لحاظ سے اگر چہ آزاد تھا لیکن ہر سلطنت اس پر قبضہ کرنے کی کوشش میں گلی ہوئی تھی۔

ملک عرب میں کوئی مشہور اور قابل تذکرہ دریا یا ندی نہیں ہے قریباً تمام ملک خشک ریگستانی اور بخراز میں پر مشتمل ہے۔ ملک عرب میں جا بجا پہاڑوں کے سلسلے بھی واقع ہیں، لیکن کوئی پہاڑ سر سبز و شاداب نہیں۔ اونٹ اس ملک میں بڑا کار آمد جانور ہے، سینکڑوں کوں مسافر کو پانی کا نام و نشان تک نہیں ملتا، اونٹ ریگستانی جہاز ہے اسی پر بڑے بڑے سفر طے کئے جاتے ہیں، کھجور کے سوا کوئی قابل تذکرہ پیداوار نہیں۔ اس ملک کے باشندے اونٹ کے دودھ اور کھجور کے پھل پر اپنی گزر کر لیتے ہیں ملک کی آبادی کا ایک بڑا حصہ خانہ بدوثی کی حالت میں زندگی بر کرتا ہے اور بہت ہی تھوڑے لوگ تھے جو قصبوں اور آبادیوں میں مستقل سکونت رکھتے تھے۔

حضرت اکرم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تقریباً اہل عرب کے مذہب و دین کی یہ حالت تھی کہ بعض قبائل نہ خالق کے قاتل تھے نہ جزا و سزا کے، بعض خالق کو مانتے تھے لیکن جزا و سزا اور قیامت کے منکر تھے۔ زیادہ تعداد بہت پرستی اور ستارہ

نویسیوں کی تھی۔ مختلف قبائل میں آتش پرستی بھی رائج تھی۔ خانہ کعبہ کو بت پرستی کا مرکز بنا رکھا تھا اور خانہ کعبہ میں اُس وقت ۳۶۰ بت تھے۔ عربوں کی زبوں حالت یہ تھی کہ ہر طرف شراب، جوا، سود، زنا، رہرنی اور بے حیائی و فحاشی کا دور دورہ تھا۔

اہل عرب اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے ان بتوں کو پوجا کرتے تھے جو خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے۔ مختلف علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں عورتیں، بچے اور مرد یہاں جمع ہوتے اور برہنہ ہو کر ان بتوں کا طواف کرتے اور سجدے کرتے تھے۔ کس قدر جہالت کی انتہا تھی کہ وہ لوگ ایک اکیلے "اللہ" کو چھوڑ کر مرد، عورت، شیر، گھوڑے اور گدھ کی صورتوں والے بتوں کی پوجا کرتے تھے جن کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہوا تھا۔ بت پرست لوگ جب حج کو آتے تو قربانی کے لیے اونٹ بھی لاتے جن کا خون بتوں پر چڑھایا جاتا، ان اونٹوں کے گلے میں جوتا باندھ کر لٹکا دیتے اور ان کے کوہاں زخمی کر دیتے تھے جو اس بات کی علامت تھی کہ یہ قربانی کے اونٹ ہے۔ بعض قبائل ان بتوں پر آدمیوں کی قربانی بھی چڑھاتے تھے نیز وہ بتوں کے ساتھ ساتھ، پتھر، درخت، سورج، پہاڑ اور دریا کو بھی اپنا معبود مانتے تھے۔

ذراء ذرا سی اور بہت ہی معمولی باتوں میں آپس میں ان میں جنگ چھڑ جاتی تھی اور اگر ایک دفعہ لڑائی شروع ہو جاتی تو پھر کئی کئی پشتون تک برابر جاری رہتی۔ عرب کی جاہلیت یہ تھی کہ جب وہ اپنے دشمن پر قابو پالیتے تو اس کے عیال و اطفال کو بھی قید کر لیتے تو بلا امتیاز، بلا تکلف سب کو قتل کر دیتے تھے لیکن قیدیوں میں سے اگر کوئی ان کے کھانے سے کھالیا کرتا تو قتل سے بچ جاتا تھا۔

عرب جاہلیت میں پردے کا رواج نہ تھا، ان کی عورتیں آزادانہ مردوں کے سامنے آتی تھیں۔ ایک مرد جتنی مرضی عورتوں سے شادی کر لیتا کوئی اسے روکنے والا نہ تھا۔ انسان منڈیوں میں فروخت ہوتے۔ جس کا بھی جی چاہتا انہیں خرید کر اپنا غلام بناتا تھا۔

لیتا اور پھر ان پر ظلم و ستم کا بازار گرم کرتا یعنی کہ ان پر زندگی و موت کا دروزہ بند کر دیتا۔  
یہ ہی وہ حالات تھے جن میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور ہمارے پیارے رسول ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تاکہ انسانوں کو اس تمام برائیوں سے نکال کر نیکی اور ہدایت کے راستے پر چلا سکیں۔

### انگشت مبارک سے چاند کا حرکت کرنا:-

حضرت اکرم ﷺ جب چھوٹی عمر میں اپنے پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے تو چاند کی طرف دیکھا کرتے تھے اور اس سے باتیں کیا کرتے تھے اور کھینے کے لیے جب چاند کی طرف اپنی انگلی مبارک کو اٹھاتے تو چاند حضرت اکرم ﷺ کی مقدس و اطہر انگشت شہادت کے اشارے سے حرکت کرتا تھا۔

بنی هاشمیہ صابونی سے، صابونی خطیب سے اور خطیب ابن عساکر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب فرمایا کرتے تھے کہ:

انہوں نے حضرت اکرم ﷺ سے ایک دن عرض کیا:

”یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے ایمان لانے کا باعث یہ واقعہ ہے کہ میں نے چھوٹی عمر میں آپ ﷺ کو چاند سے کھلتے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ چاند کو جس طرف بھی اشارہ کرتے وہ اُسی طرف ہو جاتا تھا۔“

### قط سالی کا سال:-

حضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے قریش کی حالت بہت ہی زیادہ ناگفتہ بہ تھی۔ ہر طرف قحط و سالی کا دور دورہ تھا۔ حضرت اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد وہاں بڑے زور کی بارش ہوئی جس سے ہر چیز نکھر گئی اور آپ ﷺ کی برکت سے

قطع کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

### حضورِ اکرم ﷺ کا گھوارہ اور لوری:-

خاصائص میں ابن شیخ نے فرمایا ہے کہ:

”آنحضرت ﷺ کا جھوال فرشتوں کے جنبش سے ہلا کرتا تھا۔“

حضور ﷺ کے پچھا حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو اپنی گود میں اٹھا کر لوریاں دیا کرتے تھے۔

### ابولہب کی لوندی ”ثوبیہ“ کی سعادت:-

جس شب میں حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت با سعادت ہوئی اُس وقت آپ ﷺ کے پچھا ابولہب کی لوندی ”ثوبیہ“ وہاں موجود تھی اُس نے حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری اپنے آقا ابولہب کو پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبد اللہ کے گھر میں فرزند پیدا ہوا ہے تو اسی خوشی میں انہوں نے انہیں آزاد کر دیا اور حکم دیا کہ وہ اپنا دودھ میرے بھتیجے کو پلانے اس طرح حضرت ثوبیہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنا دودھ پلایا اور آپ ﷺ کی رضائی ماں بننے کا شرف حاصل کیا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی رضائی ماں حضرت ثوبیہ کی رضاوت کا ہمیشہ بہت ہی زیادہ خیال رکھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہونے کے بعد حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ مکہ مکرمہ سے انہیں تحائف دیا کرتے تھے بلکہ ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ سے بھی انہیں کپڑے، اشیا اور تحائف بھیجا کرتے تھے اور جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے ثوبیہ اور ان کے بیٹے مسرور کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے تو آپ ﷺ ان کی وفات کی خبر سن کر غمگین ہو گئے۔

## حضرت حلیمه سعد یہ رضی اللہ عنہا کی سعادت:-

حضرت حلیمه سعد یہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلے کی دوسری عورتوں کے ساتھ جب مکہ مکرمہ میں بچوں کو گود میں لینے کے لئے آئی تو اُس وقت مکہ میں قحط و خشک سالی کی سی کیفیت طاری تھی۔

عرب کے شہری باشندوں میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری امراض سے محفوظ رکھنے کے لیے اور ان کی زبان میں فصاحت و بلاغت پیدا کرنے کے لیے دودھ پلانے والی بدوسی عورتوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے تاکہ شہر سے دور رہنے کی وجہ سے ان کے جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہوں۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن اسحاق بن راہویہ، ابو یعلی، طبرانی، نیہقی اور ابو نعیم سعد یہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ:

میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ساتھ دودھ پلانے کے لئے کسی بچے کو لینے مکہ مکرمہ آئی۔ یہ زمانہ شدید قحط سالی کا تھا آسمان سے زمین پر پانی کا ایک قطرہ تک نہ برسا تھا۔ ہماری ایک مادہ گدھی تھی جو لاغر و کمزوری کی وجہ سے چلنہیں سکتی تھی۔ ایک اونٹی تھی جو دودھ کا ایک بوند نہ دیتی تھی۔ میرے ساتھ میرا شیر خوار بچہ ”عبداللہ“ اور میرے شوہر ”حارت بن عبد العزیز“ تھے۔ ہماری تنگی کا یہ عالم تھا کہ رات چین سے گذرتی تھی اور نہ دن آرام سے۔ حضرت حلیمه سعد یہ رضی اللہ عنہا کی چھاتیوں میں دودھ ناکافی تھا۔ اس لیے بچے بے چین رہتا تھا اس کے رو نے کے سبب میاں بیوی رات کو آرام نہ کر سکتے تھے۔

جب ہمارے قبیلہ کی عورتیں مکہ مکرمہ میں پہنچیں تو انہوں نے

دودھ پلانے کے لئے تمام بچوں کو لے لیا بجز حضور ﷺ کے کیونکہ جب وہ یہ سنتی تھیں کہ وہ یتیم ہیں تو ان کے یہاں جاتی ہی نہ تھیں کوئی عورت ایسی نہ رہی جس نے کوئی بچہ نہ لے لیا ہو صرف میں ہی باقی تھی اور حضور ﷺ کے سوا کسی کو نہ پاتی تھی۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا خدا کی قسم بغیر بچہ لئے مکہ مکرمہ سے لوٹنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ میں جاتی ہوں اور اسی یتیم بچہ کو لئے لیتی ہوں میں اسی کو دودھ پلاوں گی۔

اگلے دن حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور بولیں:

”میرا نام حلیمه سعدیہ ہے اور میرا تعلق بنو سعد قبیلہ سے ہیں اور ہمارا قبیلہ کبھی بھی جاز کی سرحدوں سے باہر نہیں نکلا۔ ہمارے قبیلے کی زبانوں پر کبھی گونگوں کا اثر نہیں ہوا اور نہ ہی ہماری علاقے کی ہواں پر شہر کی گندگی اور غلاظت کا اثر ہے۔ ہماری قبیلے کی بچوں کے ساتھ محبت و شفقت سارے قریش میں مشہور ہے اور ہم یہ بہت ہی زیادہ بہتر جانتی ہیں کہ روتے ہوئے بچوں کو کیسے ہنسایا جاتا ہے اور کمزور جسم والے بچوں کو کن ترکیبوں سے توازن اور مضبوط بنایا جاسکتا ہے۔“

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا سب کچھ خالص کاروباری انداز میں کہا تھا۔ سردار عبدالمطلب نے اپنے پوتے کی آیا حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو بہت کچھ دیا پھر ان کے چچا حضرت حارث نے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنی طرف سے درہم دیے۔

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”جب میں رسول اکرم ﷺ کو لینے کے لیے ان کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ دودھ سے زیادہ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں لپٹیں مار رہی ہیں۔ آپ ﷺ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا ہے اور آپ ﷺ خراٹے لیتے ہوئے اپنی قفا (گدھی) پر محو خواب ہیں جو نکہ حضور ﷺ کی عادت شریف تھی کہ آپ ﷺ نیند میں خراٹے لیتے تھے اور کبرنی میں بھی خراٹوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کو نیند سے بیدار کر دوں مگر میں آپ ﷺ کے حسن و جمال پر فریفته ہو گئی پھر میں نے آہستہ سے قریب ہو کر اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا تو آپ ﷺ نے تمسم فرمایا اپنی چشم مبارک کھول دی اور میری طرف نظر کرم انھائی تو آپ ﷺ کی چشم مبارک سے ایک نور نکلا جو آسمان تک پرواز کر گیا۔ میں نے آپ ﷺ کی دونوں چشم مبارک کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا تا کہ دودھ پلاوں میں نے داہنا پستان آپ ﷺ کے دہن مبارک میں دیا آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا پھر میں نے چاہا کہ اپنا بایاں پستان دہن مبارک میں دوں تو آپ ﷺ نے نہ لیا اور نہ پیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ابتدائی حالت میں ہی عدالت و انصاف ملحوظ رکھنے کا الہام فرمادیا تھا اور آپ ﷺ جانتے تھے کہ ایک ہی پستان کا دودھ آپ ﷺ کا ہے کیونکہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ایک اپنا لڑکا بھی

ہے۔ حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”حضور ﷺ کا یہ ہمیشہ یہ حال رہا کہ ایک پستان کو حضور ﷺ اپنے رضائی بھائی کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے پھر میں آپ ﷺ کو لیکر اپنی جگہ آئی اور اپنے شوہر کو دکھایا۔ وہ بھی آپ ﷺ کے جمال مبارک پر عاشق ہو گئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ وہ اپنی اونٹی کے پاس گئے دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے باوجود یہ کہ اس سے پہلے اس کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا۔ انہوں نے اسے دیکھ جسے انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا اور ہم خوب سیر ہو گئے اور خیر و برکت کے ساتھ اس رات چین کی نیند سوئے چونکہ اس سے پہلے بھوک و پریشانی میں نیند نہیں آتی تھی۔ میرے شوہرنے کہا اے حلیمه بشارت و خوشی ہو کہ تم نے اس ذاتِ مبارک کو لے لیا۔ تم نہیں دیکھتیں کہ ہمیں کتنی خیر و برکت حاصل ہوئی ہے۔ یہ سب اسی ذاتِ مبارک کے طفیل ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمیشہ اور زیادہ خیر و برکت رہے گی۔“

حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں شہرے رہے ایک رات میں نے دیکھا کہ ایک نور آپ ﷺ کے گرد گھیرا ذائقے ہے اور ایک شخص بزر کپڑے پہنے آپ ﷺ کے سرہانے کھڑا ہے پھر میں نے اپنے شوہر کو جگا کر کہا اٹھئے اور دیکھئے شوہرنے کہا اے حلیمه! خاموش رہو۔ اور اپنی اس حالت کو چھپا کے رکھو کیوں کہ (مجھے معلوم ہوا ہے کہ) جس دن سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے یہود کے علماء و احبار نے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے انہیں چین و قرار نہیں ہے۔ حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور مجھے بھی سیدہ آمنہ

رضی اللہ عنہا نے رخصت کیا۔

### حضرت حلیمه سعد یہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا تیز چلنا:-

حضرت حلیمه سعد یہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

”جب میں اپنے دراز گوش (یعنی مادہ گدھی) پر حضور ﷺ کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوئی۔ میرا دراز گوش خوب چست و چالاک ہو گیا اور اپنی گردن اوپر تان کر چلنے لگا۔ جب ہم کعبہ کے سامنے پہنچے تو تمن سجدے کئے اور اپنے سر کو آسمان کی جانب اٹھایا اور چلا یا پھر قبیلہ کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگا۔ لوگ اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے عورتوں نے مجھ سے کہا اے بنت ذویب! کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھیں۔ جو تمہارے بوجھ کو اٹھا نہیں سکتا تھا اور سیدھا تک نہ ہو سکتا تھا؟ میں نے جواب دیا خدا کی قسم یہ وہی جانور ہے اور یہ وہی دراز گوش ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اسے قوی و طاقتور کر دیا ہے اس پر انہوں نے کہا خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہے۔“

حلیمه سعد یہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ:

”میں نے اپنے دراز گوش کو جواب دیتے سنا کہ ”ہاں! خدا کی قسم میری بڑی شان ہے میں مردہ تھا مجھے زندگی عطا فرمائی، میں لا غرو کمزور تھا مجھے قوت و توانائی بخشی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم پر تعجب ہے اور تم غفلت میں ہو اور تم نہیں جانتیں کہ میری پشت پر کون ہے۔ میری پشت پر سید المرسلین، خیر الاولین والآخرین اور حبیب

رب العلمین ہے۔“

حیمه تو نگر ہو گئیں:-

حضرت حیمه سعد یہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ:

”میں جس راستے سے بھی گزرتی راستہ میں دائیں بائیں میں سنتی کہ کہتے اے حیمه! تم تو نگر ہو گئیں اور بنی سعد کی عورتوں میں تم بزرگ ترین ہو گئیں اور بکریوں کے جس روڑ پر میں گزرتی بکریاں سامنے آ کر کہتیں۔ اے حیمه! تم جانتی ہو کہ تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ محمد ﷺ آسمان و زمین کے رب کے رسول اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔“

آپ ﷺ مزید فرماتی ہیں کہ:

”هم جس منزل پر بھی قیام کرتے حق تعالیٰ اس منزل کو سربراہ شاداب فرمادیتا باوجود یکہ وہ تحفہ سالی کا زمانہ تھا۔“

حضور ﷺ کی برکات کا نزول:-

حضرت حیمه سعد یہ ﷺ بیان کرتی ہیں:

”جب ہم ننھے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر اپنی آبادی میں پہنچے تو تمام آبادی عنبر و مشک کی خوشبو میں نہا گئی یعنی کہ چاروں طرف سے عنبر و مشک کی خوشبو آنے لگی اور حضورِ اکرم ﷺ سے محبت و عقیدت ہر آدمی کے دل میں موجزن ہو گئی۔ ہر کوئی حضورِ اکرم ﷺ سے پیار کرتا تھا اور اگر انہیں کوئی تکلیف ہوتی تو وہ حضورِ اکرم ﷺ کا دست مبارک اُس جگہ سے مس

کرتے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ تکلیف فوراً دور ہو جاتی یہاں تک کہ وہ اپنے جانوروں کا علاج بھی آپ ﷺ کے دست مبارک سے کرتے تھے۔“

آپ ﷺ مزید فرماتی ہیں کہ:

”جب میں اس دولت شرمندی کو اپنے خیمه میں لے کر آئی تو میں نے ننھے محمد ﷺ کو دودھ پلایا۔ ننھے حضور ﷺ کے دودھ پینے کی برکت سے میری چھاتیاں (جو پہلے دودھ سے خالی تھی) اب لبالب بھر گئیں۔ دائیں چھاتی سے حضور اکرم ﷺ نے دودھ پیا اور باعث میں چھاتی میرے بیٹے کے لیے چھوڑ دی جس سے میرے بیٹے عبد اللہ نے دودھ پیا۔“

### لا غراؤ نہی اور دوسرے جانوروں کے نتھنے دودھ سے بھر جانا:-

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”جب میں اور میرے خاوند بچوں کو سلانے کے بعد اپنے نیچے سے باہر گئے تو ہم یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور ہماری خوشی کی کوئی انہتائنا نہ رہی کہ ہماری بوڑھی اور کمزور اوثنی کے نتھنے دودھ سے بھرے ہوئے ہے اور اسی طرح ہماری بکریوں کے نتھنے بھی دودھ سے لبالب ہیں۔ وہ بکری جو چند گھنٹے پہلے ایک بوند تک دودھ دینے کے قابل نہ تھی اب کسی میجرزہ کے زر پر اثر ایسی سیرا ب ہو گئی کہ اس کے نتھنوں سے سفید خوشبوں دار دودھ کی نہر سی جاری ہو گئی جس سے برتن لبالب بھر گیا اور ہم میاں بیوی نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور یہ رات بڑی سکون و آرام سے گزاری۔“

## بنو سعد کی طرف روانگی:-

حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی یہ بہت بڑی خوش قسمتی تھی کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو گود میں لیا تھا۔ نئے حضور کے دادا، والدہ اور چچا نے حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو بہت کچھ دے دیا تھا کہ وہ سب دیکھ کر قبلے کی تمام عورتیں حیران رہ گئیں تھیں لیکن ان سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بکریوں کے نہنوں میں دودھ کی فراہانی تھی۔

شرع میں تو سب یہی سمجھے کہ یہ کسی جڑی بوٹی کا کرشمہ ہے جو حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حارث بن عبدالعزیز کے ہاتھ لگ گئی ہے جسے انہوں نے بکریوں کو کھلا دیا ہے جس سے بکریوں اس طرح دودھ دینے لگی ہیں مگر یہ بات بھی ان کے لیے محض خام خیال ہی ثابت ہوئی۔

یہ قبیلہ مکہ مکرہ میں تین دن تک رکارہا پھر تیرے دن یہ قبیلہ بنو سعد کے صحراؤں کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ بنو سعد کا قبیلہ تین دن کی مسافت کے بعد صحیح صادق کے وقت ایک بلند نیلے پر کھڑا تھا جسے بنو سعد کا نیلہ کہا جاتا تھا نیلے نیچے دور دور تک پھیلے ہوئے ریگستان کے درمیان کھجوروں کا ایک چھوٹا سا باعث تھا باث کے کنارے کنارے ہلائی شکل میں خیموں کی قطاریں تھیں۔ ہر طرف حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حارث بن عبدالعزیز کی خوش قسمتی کا چرچا ہوا تھا۔

## برکات کا نزول بنو سعد پر ہوا

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک آٹھ ماہ ہوئی تو آپ ﷺ نے گفتگو فرمائی۔ جب نو ماہ ہوئی تو فصح گفتگو فرمائی اور جب دس

ماہ کے ہوئے تو بچوں کے ساتھ تیر اندازی بھی فرمائی۔

جب حضرت حمیدہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شوہر حارث بن عبد العزی حضور اکرم ﷺ کو لے کر اپنے قبیلے میں پہنچ تو حضور اکرم ﷺ کی برکت سے وہ تمام علاقے جو سو کھے ہوئے پودوں، مر جھائی ہوئی ڈالیوں اور خشک کھیتوں پر مشتمل تھا سب میں جان پڑ گئی اور وہ سب ایسے نظر آنے لگے کہ جیسے کسی نے ان پر آپ حیات چھڑک دیا ہو۔

نہ صرف یہ کہ سارا علاقہ سر بزرو شاداب گیا بلکہ حضرت حمیدہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے اوٹ اور بکریاں بھی زیادہ ہو گئیں اور تمام مکان میں مشک و عنبر کی خوشبو پھیل گئی اور لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی محبت ڈال دی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بنی سعد کے لوگوں میں سے اگر کوئی بھی تکلیف میں بستا ہو جاتا تو وہ شخص آپ ﷺ کا دست مبارک اپنی بیماری کی جگہ پر لگتا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے فوراً صحت یابی مل جاتی۔ انسان تو انسان وہ لوگ تو اپنے جانوروں کا علاج بھی آپ ﷺ کے دست مبارک سے کرتے تو انہیں بھی شفافی مل جاتی۔

انہیں قتل کر دو:-

جب حضرت حمیدہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلانے اور پرورش پانے کے لیے ان کی والدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا سے گود لیا تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا نے انہیں حضور اکرم ﷺ کے معلق تمام باتیں بتائیں جو اس وقت وقوع پذیر ہوئی تھیں۔

ایک دن حضرت حمیدہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا چند یہودیوں کے پاس سے گزر ہوا تو حضرت حمیدہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کو وہ تمام باتیں بتائیں جو حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا نے انہیں بتائی تھیں یہ تمام باتیں سن کر وہ یہودی کہنے لگے:

”انہیں قتل کر دو۔“

پھر ان یہودیوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

”کیا یہ یتیم ہیں؟“

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے مصلحتاً جھوٹ بولا کہ:

”انہیں، یہ ان کے باپ ہیں اور میں ان کی ماں ہوں۔“

اس جواب پر یہودیوں نے کہا:

”اگر یہ یتیم ہوتے تو ہم انہیں ضرور قتل کر دیتے۔“

وَمَنْ يَعْصِي رَبَّهُ فَإِنَّ رَبَّهُ لَغَنِيمٌ

## ایامِ رضاعت

آپ ﷺ کی عادات مبارکہ:-

حیمه سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ:

”نئے حضور اکرم ﷺ نے کبھی کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا۔ آپ ﷺ کے بول و براز کا ایک وقت مقرر تھا جب بھی میں ارادہ کرتی کہ آپ ﷺ کے دہن مبارک کو دودھ وغیرہ سے پاک و صاف کروں تو غیب سے مجھ پر سبقت ہوتی اور آپ ﷺ کا دہن مبارک پاک و صاف ہو جاتا اور جب کبھی حضور اکرم ﷺ کا ستر مبارک کھل جاتا تو آپ ﷺ حرکت کرتے اور فریاد کرتے یہاں تک کہ میں ستر ڈھانپ دیتی اور اگر ڈھانپنے میں میری طرف سے تاخیر یا کوتا ہی ہو جاتی تو غیب سے ڈھانپ دیا جاتا یعنی فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔“

سب سے پہلے دودھ پلانا:-

سب سے پہلے جس نے حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلائی وہ ابوالہب کی باندی ثویہؓ تھی جس شب حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی ثویہؓ نے ابوالہب کو بشارت پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبد اللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے ابوالہب نے

اس مژده پر اس کو آزاد کر کے حکم دیا کہ جاؤ دودھ پلاو حق تعالیٰ نے اس خوشی و سرت پر جوابولہب نے حضور ﷺ کی ولادت پر ظاہر کی اس کے عذاب میں کمی کر دی۔

ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا کو بھی دودھ پلایا ہے اس بناء پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی ہے۔

ثوبیہ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے۔

(سیرۃ النبی ﷺ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

### سات دن تک والدہ ماجدہ کا دودھ پلانا:-

منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سات دن تک اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا اور چند دن ثوبیہ کا دودھ پیا اس کے بعد حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

صحیح بخاری شریف میں اُم المؤمنین حضرت اُم جبیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی درہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے بطور تعجب فرمایا کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سے جو میری تربیت میں ہے، اگر درہ میری رپیہ (رپیہ بیوی کی اس بیٹی کو کہتے ہیں جو پہلے شوہر سے ہوئی ہو) نہ ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے، اس لئے کہ مجھ کو اور اس کے باپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح فرمالیں تو کیسا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

## حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا کی مراد:-

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”حضرت اکرم ﷺ کی عمر مبارک دو سال کی ہو گئی تو آپ ﷺ کو حسب وعدہ مکہ میں واپس چھوڑنے کا وقت آگیا تھا، لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا کیونکہ آپ ﷺ کی برکات سے اللہ تعالیٰ ہمیں مستفید کرتے رہتے تھے۔“

حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

حضرت ﷺ کی نشوونما دوسرے بچوں سے نزالی تھی۔ ایک دن میں حضرت اکرم ﷺ کی نشوونما اتنی ہوتی جتنا دوسرے بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی اور ایک ماہ میں اتنی ہوتی جتنا کہ دوسرے بچوں کی ایک سال میں ہوتی اور روزانہ ایک نور آفتاب کی مانند آپ ﷺ پر اترتا اور آپ ﷺ کو ڈھانپ لیتا پھر آپ ﷺ متحلی ہو جاتے۔

منقول ہے کہ:

”روزانہ دوسفید مرغ اور ایک روایت میں ہے کہ دو مرد سفید پوش آپ ﷺ کے گریبان میں داخل ہو کر روپوش ہو جاتے تھے آپ ﷺ نہ رو تے نہ چلاتے اور نہ بد خلقی کا اظہار فرماتے۔ شروع ہی سے آپ ﷺ کا یہ حال۔“

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دو سال تک نخے حضرت اکرم ﷺ کو اپنی پرورش میں بہت بہت محبت سے پالا۔ انہوں نے اپنے دودھ میں محبت، فصاحت اور بلا غلت گھول کر آپ ﷺ کو پلائی، جب آپ ﷺ کی مدت پوری ہوئی تو آپ ﷺ کا

دودھ چھڑایا گیا۔ جسمانی اعتبار سے آپ ﷺ اپنی عمر سے دو گنے نظر آتے تھے۔

حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”جب آپ ﷺ کی عمر مبارک دو سال کی ہوئی تو معاهدہ کے حساب سے آپ ﷺ کو ماں کے حوالے کرنے کا وقت ہو گیا، لیکن میں آپ ﷺ کو ابھی واپس نہ کرنا چاہتی تھی اور اسی وجہ سے بہت ہی زیادہ مغموم تھی کہ یہ خیر و برکت کا منع ہم سے جدا ہو جائے گا، میرا دل انہیں کسی بھی حالت پر چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ میری تو دلی خواہش یہی تھی کہ کاش چمن ہاشمی کا یہ غنچہ نورس یہیں پھول بنے لیکن دل پر پتھر رکھ کر میں آپ ﷺ کو واپس لوٹانے کے لئے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ مکرمہ میں لے آئی مگر میں دل سے مزید انہیں اپنے پاس رکھنے کی خواہش مند تھی کیونکہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کی بہت سی برکات کا مشاہدہ کیا تھا۔“

اتفاق کی بات ہے کہ اُن ہی دنوں میں مکہ مکرمہ میں کسی وباً امراض کا بہت ہی زیادہ زور تھا۔ حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا سے مزید اپنے پاس رکھنے کا خیال ظاہر کیا تو حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا نے اس وبا کی وجہ سے واپسی پر کوئی اصرار نہ کیا اور یوں حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی مراد برآئی اور وہ خوشی خوشی آپ ﷺ کو لے کر دوبارہ اپنے گھر چلی آئیں، جو خانوادہ حارث کے لیے رحمت، ہی رحمت، برکت، ہی برکت تھا۔

حضرت ﷺ کا دودھ چھڑانے پر کلام کرنا:-

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا:

”جب میں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دودھ چھڑایا تو حضور ﷺ نے اس موقع پر فرمایا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بِكُرَّةٍ  
وَأَصْبَلًا۔“

### قلب کا غسل دینا (شقِ صدر) :-

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے رضائی بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چنانے جنگل گئے ہوئے تھے کہ یا کیا آپ ﷺ کا رضائی بھائی دوڑتا ہوا آیا کہ دو سفید پوش آدمی آئے اور ہمارے قریشی بھائی کو زمین پر لٹا کر ان کا شکم مبارک چاک کیا اب اس کوئی رہے ہیں۔ یہ واقعہ سنتے ہی حلیمه اور ان کے شوہر کے ہوش اڑ گئے، افتاد خیز اس دوڑے۔ دیکھا کہ آپ ﷺ ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں اور چہرہ انور کا رنگ فتح ہے۔ حلیمه ؓ کہتی ہیں کہ میں نے فوراً آپ ﷺ کو سینہ سے چمٹا لیا اور پھر آپ ﷺ کے رضائی باپ نے آپ ﷺ کو سینہ سے لگایا اور آپ ﷺ سے دریافت کیا۔

شقِ صدر کا واقعہ نبی اکرم ﷺ کو اپنی عمر میں چار مرتبہ پیش آیا، اول بار زمانہ طفویت میں پیش آیا جب آپ ﷺ حلیمه سعدیہ کی پورش میں تھے اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چار سال کی تھی۔ ایک روز آپ ﷺ جنگل میں تھے کہ دو فرشتے جبریل اور میکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں سونے کا طشت برف نے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے اور آپ ﷺ کا شکم مبارک چاک کر کے قلب مطہر کو نکالا پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو نکلے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے، پھر شکم اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا، بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر نکلے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگادی۔

## متعدد روایات شقِ صدر کے بارے میں:-

- ① عتبہ بن عبد اللہ بن عقبہ کی ہے جو مند احمد اور مج姆 طبرانی میں مذکور ہے۔ عتبہ کی یہ روایت متدرک حاکم میں بھی مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ عتبہ کی یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص متدرک میں حاکم کی تصحیح کا کوئی رونہیں فرمایا۔ علامہ پیغمبیری حدیث عتبہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔  
(رواہ احمد والطبرانی و اسناد احمد حسن)
- ② ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہے جو مند بزار اور دارمی وغیرہ میں مذکور ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ حدیث ابی ذر کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارہ میں اس حدیث کو صحیح بتالایا ہے اور علماء نے تصریح کی ہے کہ حافظ مقدسی کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے زیادہ موثق و مستند ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دلائل ابی نعیم میں بھی مذکور ہے اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث مند احمد اور دلائل پیغمبیری میں مذکور ہے۔
- ③ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے جو طبقات ابن سعد میں مذکور ہے جس کے تمام راوی بخاری و مسلم کے مسلم، ثقة اور مستند راوی ہیں۔
- ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ تیہقی اور ابن عساکر خصائص میں ذکر کیا ہے۔
- ⑤ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں بحوالہ مند ابی یعلی اور دلائل ابو نعیم ذکر کیا ہے۔
- ⑥ خالد بن معدان تابعی کی ہے جو طبقات ابن سعد میں مرسلًا مذکور ہے مگر محمد بن

اسحاق کے سلسلہ سند میں مذکور ہے کہ خالد بن معدان کلامی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مجھ سے شق صدر کا یہ واقعہ بیان کیا۔ حافظ ابن کثیر، محمد بن اسحاق کی یہ روایت نقل کر کے فرماتے ہیں ہذا اسناد جید قوی ابن عباس، شداد بن اوس اور خالد بن معدان کی روایتیں بعض راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اگر چہ فرد افراد ضعیف ہوں، لیکن اول تو تعداد طرق سے حدیث کے ضعف میں کمی آ جاتی ہے دوم یہ کہ جو ضعیف روایت متعدد صحابہ اور مختلف سندوں سے مروی ہو، تو ایسی ضعیف حدیث بلاشبہ صحیح حدیث کی موید ہو سکتی ہے اور چند ضعاف کے انضمام سے حدیث صحیح کی صحت اضافہ ہو جاتا ہے۔ رہایہ امر کہ سلسلہ معراج میں بچپن کے شق صدر کا ذکر نہیں یا دوسری بعض روایتوں میں اس شق صدر کا ذکر نہیں، سو یہ اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ عدم ذکر کو ذکر عدم کی دلیل بنانا عقلائے صحیح نہیں۔ احادیث معراج ہی کو لے لیجئے تقریباً پچاس صحابہ کرام سے مروی ہیں لیکن ہر صحابی کی روایت میں کچھ ایسے امور کا ذکر ہے کہ جو دوسرے صحابہ کی روایات میں اس کا ذکر نہیں۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ راوی نے کسی جگہ دونوں کو جمع کر دیا اور ہر شق صدر کا زمان اور مکان مختلف ہے اور ہر ایک جدا گانہ واقعہ ہے فقط ایک واقعہ کا ذکر دوسرے غیر مذکورہ واقعہ کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

### دوسری بار شقِ صدر کا ہونا:-

دوسری بار شقِ صدر کا واقعہ آپ ﷺ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی فیض وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حافظ مقدسی نے مختارہ میں اور عبد اللہ بن

احمد نے زوائد مند میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زوائد مند کی سند کے راوی کل ثقہ ہیں۔

رواہ عبد اللہ و رجاله ثقات و ثقہم ابن حبان

اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری ج ۱۳ باب ما جاء في قوله عز وجل و كلام الله موسى تکلیما میں ذکر کیا ہے۔ نمبر ۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے اس کی سند میں دوراوی متکلم فیہ ہیں۔ ایک یزید بن بانبوس ہے۔ ابو جاتم کہتے ہیں کہ یزید بن بانبوس مجہول ہے لیکن دارقطنی فرماتے ہیں لا باس بہ اس میں کچھ حرج نہیں یعنی اچھا خاص راوی ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، تہذیب ج ۱۱ ص ۳۱۶ حافظ مزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں کہ ذکرہ ابن حبان فی الثقات و روی له البخاری فی الادب و ابوداؤد و الترمذی فی الشمائی و النسائی و تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۲۱ دوسراراوی داؤد بن مجر ہے جس کو بعض علماء نے کذاب بتایا ہے لیکن یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ثقہ ہے۔ کذاب نہیں ابوداؤد فرماتے ہیں ثقہ ہے لیکن مشاہہ ضعیف کے ہے۔ نسائی فرماتے ہیں ضعیف ہے تہذیب ج ۳ ص ۱۹۹۔ بہر حال اس حدیث کی سند لا باس بہ ہے کسی طرح کم نہیں معلوم ہوتی خصوصاً جب کہ ابوداؤد طیالسی کی سند کو بھی اس کے ساتھ ملا لیا جائے تو اور قوت آجائی ہے، اسی وجہ سے حافظ ابن ملقن اور حافظ عسقلانی نے اس کو ثابت کے لفظ سے تعبیر فرمایا، حافظ ابن ملقن کے یہ الفاظ ہیں وثبت شق الصدر ايضاً البعثة كما اخرجه ابو نعیم فی الدلائل اور شرح بخاری ج ۷ ص ۱۳۸ اور عسقلانی کے الفاظ بھی اسی کے قریب بلکہ یہی ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام، ج ۱ ص ۵۶)

تیسری بار شقِ صدر کا ہونا:-

تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا جیسا کہ مندابی داؤد طیاری اور دلائل ابی نعیم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

حافظ ابن المقلن نے شرح بخاری میں اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری باب المراج میں باب ماجاء فی قولہ عزوجل و کلم اللہ موسیٰ تکلیما میں بعثت کے وقت شقِ صدر کا ثابت ہونا تسلیم کیا ہے نیز اس واقعہ کا وقت بعثت پیش آنا مند بزار میں ابوذر غفاری سے مروی ہے، علامہ بشیعی فرماتے ہیں کہ ابوذر کی یہ حدیث اس حدیث کے مغائرہ ہے جو ابوذر ہی سے دربارہ اسراء و مراج صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور بخاری کے راوی ہیں۔ مگر جعفر بن عبد اللہ بن عثمان الکبیر جس کی ابوحاتم رازی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور عقیلی نے اس میں کلام کیا ہے۔

چوتھی بار شقِ صدر کا ہونا:-

چوتھی بار یہ واقعہ مراج کے وقت پیش آیا جیسا کہ بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی وغیرہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں۔ (بخاری، الجامع لصحیح، ص ۵۲۸ باب حدیث الاسراء کتاب المناقب)

شقِ صدر کی حقیقت:-

علامہ قسطلانی مواہب میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ أَنْ جَمِيعَ مَا وَرَدَ مِنْ شَقِ الصَّدْرِ اسْتِخْرَاجُ الْقَلْبِ وَغَيْرُهُ  
ذَلِكَ مِنَ الْأَمْوَالِ الْخَارِقَةِ لِلْعَادَةِ مَا يُجَبُ التَّسْلِيمُ لِهِ دُونَ  
الْتَّعْرُضِ لِصِرْفِهِ عَنْ حَقِيقَةِ لِصَلَاحِيَّةِ الْقُدْرَةِ فَلَا يُسْتَحِيلُ شَنِّ  
مِنْ ذَلِكَ هَكَذَا قَالَهُ الْقَرْطَبِيُّ فِي الْمَفْهُومِ وَالْطَّيْبِيِّ وَ

التوربشتی و الحافظ فی الفتح و السیوطی وغيرهم و يؤیده  
الحدیث الصجیح انهم كانوا یرون اثر المخیط فی صدره  
قال السیوطی و ما وقع من بعض جهلة العصر من انکار ذلك  
و حمله علی الامر المعنوی فهو جهل صریح و خطأ قبیح نشأ  
من خذلان اللہ تعالیٰ لهم و عکوفهم علی العلوم الفلسفیة و  
بعدهم عن دقائق السنة عافانا اللہ من ذلك

(زرقانی، شرح مواهب، ج ۶: ص ۲۳)

”یہ جو کچھ مروی ہوا یعنی شق صدر اور قلب مبارک کا نکالنا وغیرہ وغیرہ اس قسم  
کے خوارق کا اسی طرح تسلیم کرنا واجب اور لازم ہے، جس طرح منقول ہوئے۔ ان کو  
اپنی حقیقت سے نہ پھرنا چاہئے اللہ کی قدرت سے کوئی شے محال نہیں۔ امام قرطبی، علامہ  
طیبی، حافظ عسقلانی، علامہ سیوطی اور دیگر اکابر علماء ہستیم بھی یہی فرماتے ہیں کہ شق صدر  
اپنی حقیقت پر محمول ہے اور حدیث صحیح اس کی موید ہے وہ یہ کہ حدیث میں ہے کہ صحابہ  
کرام ﷺ سیون یعنی سلامی کا نشان حضور ﷺ کے سینہ مبارک پر اپنی آنکھوں سے  
دیکھتے تھے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ بعض جہلاء عصر کا شق صدر سے منکر ہونا اور بجائے  
حقیقت کے اس کو امر معنوی پر محمول کرنا (جیسا کہ اس زمانہ کے بعض سیرت نگار کہتے  
ہیں کہ شق صدر سے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ شرح صدر کے معنی مراد ہیں) یہ صریح  
جہالت اور سخت غلطی ہے جو حق تعالیٰ کی عدم توفیق اور علوم فلسفیہ میں انہاک اور علوم  
سنن سے بعد اور دوری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ  
رکھے۔ آمين“

خلاصہ کلام یہ کہ شق صدر سے حقیقتہ سینہ کا چاک کرنا مراد ہے۔ شق صدر سے

شرح صدر کے معنی مراد لینا جو ایک خاص قسم کا علم ہے صریح غلطی ہے۔ شقِ صدر حضور ﷺ کے خاص الخاص محبوزات میں سے ہے اور شرح صدر حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر اب تک بھی علماء صالحین کو شرح صدر ہوتا رہا ہے۔ نیز اگر شقِ صدر سے شرح صدر کے معنی مراد ہوں جو کہ ایک امر معنوی ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ سیون کا نشان جو آپ کے سینہ مبارک پر صحابہ کرام اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ کیا شرح صدر سے سینہ پر سلامی کے نشان نمودار ہو جاتے ہیں؟ (لَا حُوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ)

### شقِ صدر کے اسرار:-

پہلی مرتبہ حليمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں زمانہ قیام میں قلب چاک کر کے جو ایک سیاہ نقطہ نکالا گیا وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا جس سے آپ ﷺ کا قلب مطہر پاک کر دیا گیا اور نکالنے کے بعد قلب مبارک غالباً اس لئے دھویا گیا کہ مادہ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لئے دھو دیا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے جیسا کہ شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے۔ اس لئے مادہ معصیت کے بچانے کے لئے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارتِ عصيان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے اور قرآن و حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمٌ إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي  
بُطُونِهِمْ نَارًا (النساء: ۱۰)

”تحقیق جو لوگ قیموں کا مال کھاتے ہیں وہ حقیقت میں اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔“

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مال حرام اگرچہ دنیا میں کتنا ہی ٹھنڈا کیوں نہ ہو لیکن عالم آخرت کے لحاظ سے اس کا مزاج آگ سے کم گرم نہیں۔ جیسے صبر کا مزاج

اس عالم میں خطل سے زیادہ تلخ ہے مگر عالم آخرت میں عسل (شہد) سے زیادہ شیریں ہے وقس علی هذا اور ایک حدیث میں:

الصدقة تطفى الخطيئة كما يطفى الماء النار

”یعنی صدقہ گناہ کو ایسے ہی بجھادیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔“

(رواہ احمد والترمذی عن معاذ بن جبل)

اور ایک حدیث میں ہے:

ان الغضب من الشيطان و ان الشيطان خلق من النار و انما

پطضاً النار بالماء فاذا غضب احدكم فليمتوصل

”غصہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا

گیا ہے۔ (نتیجہ یہ نکلا کہ غصہ آگ سے پیدا ہوا ہے) اور جزا

نیست کہ آگ کو پانی ہی سے بجھایا جاتا ہے اس لئے جب کسی کو

غضہ آئے تو وضو کر لے۔“

امام غزالی رض فرماتے ہیں کہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا عسل کرے۔

آگ میں دو وصف خاص ہیں ایک حرارت اور گرمی اور دوسرے علو یعنی اوپر کو چڑھنا۔

اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وصف کے لحاظ سے غضب کا یہ علاج تجویز فرمایا کہ وضو

کرو اور غصہ کی آگ کو پانی سے بجھاؤ اور دوسرے وصف یعنی بڑائی کے لحاظ سے یہ علاج

تجویز فرمایا۔

اذا غضب احدكم و هو قائم فليجلس فان ذهب عنه الغضب والا

فليمضطجع

”جس کو غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر اس سے غصہ جاتا رہے تو ثہیک

ورنہ لیٹ جائے۔ اس حدیث کو احمد بن حنبل اور ترمذی نے ابوذر رض سے

روایت کیا ہے۔“

غصہ کی وجہ سے انسان میں جو ایک قسم کا علو اور بڑائی پائی جاتی ہے، اس کا علاج تواضع تذلل اور تمیکن سے فرمایا کہ غصہ آتے ہی فوراً زمین پر بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ اور سمجھ لو کہ ہم اسی مشت خاک سے پیدا کئے گئے ہیں، آگ بگولہ بننے کی کیا ضرورت ہے۔ بخاری، مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے کہ نبی اکرم اثناء کے بعد نماز میں دعا مانگا کرتے تھے۔

اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايٍ بِمَاءِ الشَّلْجِ وَ الْبَرْدِ

”اے اللہ میری خطاؤں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دے۔“

اس دعا میں آنحضرت ﷺ نے دو چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

① گناہوں کی نجاست کی طرف کہ ان کے دھونے کی اللہ سے درخواست کی، اس لئے کہ طریقہ یہ ہے کہ نجاست اور ناپاکی ہی کو دھوتے ہیں پاک چیز کو نہیں دھوتے۔

② گناہوں کی حرارت اور گرمی کی طرف کہ برف اور اولے کے پانی سے ان کے بچانے کی درخواست کی، اس لئے کہ اگر گناہوں میں فقط نجاست ہی ہوتی اور حرارت نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ نبی اکرم ﷺ بجائے برف کے پانی کے گرم پانی سے ان کے دھونے کی درخواست فرماتے لیکن گناہوں میں نجاست کے ساتھ حرارت بھی ہے، اس لئے تطبیہ نجاست کے علاوہ تبرید اور تسکین حرارت کی بھی ضرورت ہے، گرم پانی سے اگرچہ تطبیہ نجاست کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے مگر تبرید اور تسکین کا مقصد علی وجہ الامم برف اور اولے ہی کے پانی سے حاصل ہو سکتا ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے بجائے گرم پانی کے ٹھنڈے پانی سے گناہوں کے دھونے کی دعا فرمائی۔ اسی وجہ سے امام

نسائیؓ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا کہ نماز کے لئے بجائے گرم پانی کے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا افضل اور بہتر ہے، اس لئے کہ وضو اور نماز سے مقصد گناہوں کی آگ کو بجھانا ہے جیسا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور مج姆 طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے وقت ایک منادی اللہ کی طرف سے نداد دیتا ہے کہ بنی آدم انہو اور اس آگ کو بجھاؤ جو تم نے اپنے اوپر روشن کی ہے۔ اہل ایمان اٹھتے ہیں اور وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتے ہیں۔

جس طرح ان آیات اور احادیث سے گناہوں کے مزاج کا گرم ہونا معلوم ہوتا ہے ایسا ہی حدیث سے حبِ الہی اور محبتِ خداوندی کے مزاج کا سرد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا مانگا کرتے تھے۔

اللّٰهُمَّ اجْعِلْ حُبَكَ احْبَابَ الْيَٰٰمِنِ نَفْسِيْ وَ اهْلِيْ وَ مِنَ الْمَاءِ

البارد

”اے اللہ اپنی محبت میرے لئے سب سے زیادہ محبوب بنادے حتیٰ

کہ میرے نفس سے اور میرے اہل سے اور ٹھنڈے پانی سے۔“

ماء بارد (ٹھنڈے پانی) کا مزاج تو بارد ہوتا ہے۔ لیکن اہل اللہ کا مزاج بھی بارد معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن میں اپنے خاص بندوں کی یہ دعا ذکر فرمائی ہے۔

رَبُّنَا هُبُّ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَ فَرِيَّتْنَا قَرَّةَ أَعْيُنٍ

”اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرم۔“

یعنی ان کو تیری اطاعت اور فرمانبرداری میں دیکھوں اور تیری معصیت میں نہ دیکھوں، اس لئے کہ مومن کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی سے ٹھنڈی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ آنکھیں ٹھنڈی چیز سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ اطاعت خداوندی کا مزاج ٹھنڈا ہے اور معصیت کا مزاج گرم ہے کیونکہ معصیت کا تعلق جہنم سے ہے۔

اس لئے نبی کریم ﷺ نے ایک ہی سلسلہ میں ماء بارد اور اہل کو ملا کر دعا فرمائی کہ اے اللہ اپنی محبت گھروں اور ٹھنڈے پانی سے کہیں زائد ہمارے لئے محبوب بنادے۔ آمین۔

امّہ نحو کے نزدیک اگرچہ معطوف اور معطوف علیہ میں مناسبت ضروری ہمیں، کیونکہ یہ شےے ان کے موضوع بحث سے خارج ہے مگر بلاغاء کے نزدیک مناسبت ضروری ہے۔ پس ناممکن ہے کہ نبی اکرم سرور عالم فصح العرب و الجم ﷺ کا کلام فصاحت ال تمام مناسبت سے خالی ہو۔ جس طرح آیات اور احادیث سے معاصی کے مزاج کا گرم ہونا اور اطاعت کے مزاج کا بارد ہونا معلوم ہوتا ہے اسی طرح کچھ خیال آتا ہے کہ شاید مباحثات کا مزاج معتدل ہونہ حار اور نہ بارد۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم اور دوسری بار دس سال کی عمر میں جو سینہ چاک کیا گیا وہ اس لئے کیا گیا تاکہ قلب مبارک مادہ لہو و لعب سے پاک ہو جائے، اس لئے کہ لہو و لعب خدا سے غافل بنا دیتا ہے اور تیری بار بعثت کے وقت جو قلب مبارک چاک کیا گیا، وہ اس لئے کہ قلب مبارک اسرار و حی اور علوم الہیہ کا تحمل کر سکے۔

اور چوتھی بار مراجع کے وقت اس لئے سینہ چاک کیا گیا کہ قلب مبارک عالم ملکوت کی سیر اور تحلیلات الہیہ اور آیات ربانيہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کی بے چون کلام کا تحمل کر سکے۔ غرض یہ کہ بار بار شق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شزر صدر میں جداگانہ حکمت ہے، بار بار شق صدر سے مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر و منور

طہارت و نورانیت انہا کو پہنچ جائے۔

### مہرِ نبوت:-

جب کسی شے کی حفاظت مقصود ہوتی ہے تو مہر لگادیتے ہیں تاکہ جو شے اس میں رکھ دی گئی ہے، وہ اس میں بے نکلنے نہ پائے۔ جواہرات بھر کر تھیلی پر مہر لگادیتے ہیں تاکہ کوئی موتی نکلنے نہ پائے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے قلب مبارک کو علم و حکمت سے بھر کر دوشاںوں کے درمیان مہر لگادی گئی تاکہ اس خزینہ سے کوئی شے ضائع نہ ہونے پائے۔

جس طرح شقِ صدر سے قلب کا اندرولی حصہ شیطان سے پاک کر دیا گیا اسی طرح دوشاںوں کے درمیان قلب کے مقابل باعث میں جانب ایک مہر لگادی گئی تاکہ قلب شیطان کے وسوسوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائے، اس لئے کہ شیطان اسی جگہ سے وسو سے ڈالتا ہے۔ عمر بن عبد العزیز رض سے منقول ہے کہ کسی شخص نے حقِ جل شانہ سے درخواست کی، اے رب العالمین مجھ کو شیطان کے وسو سے کاراستہ دکھلا کہ وہ کس راہ سے آ کر آدمی کے دل میں وسو سے ڈالتا ہے تو من جانب اللہ دوشاںوں کے درمیانی جگہ جو قلب کے مقابل باعث میں جانب ہے وہ دکھلائی گئی کہ شیطان اس راہ سے آتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح قلب مبارک کا اندرولی حصہ آتی صدر کے ذریعہ مادہ شیطانی سے پاک کر دیا گیا اسی طرح پشت کی جانب مہر لگا کر باہر سے بھی شیطان کی آمد کاراستہ بند کر دیا گیا۔

### مہرِ نبوت کب لگائی گئی:-

بعض کہتے ہیں مہرِ نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علماء بنی اسرائیل آپ کو اسی علامت سے جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ شقِ صدر کے بعد مہر لگائی گئی۔ پہلا قول

زیادہ صحیح اور راجح ہے جیسا کہ بعض روایات سے صراحةً معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش ہی مہربوت کے ساتھ ہوئی ہے اور عجب نہیں کہ جن روایات میں شق صدر کے بعد مہربوت کا لگانامہ کو رہے وہ سابق مہربوت کی تجدید اور اعادہ ہو۔ اس طرح سے تمام روایات میں تطبیق اور توفیق ہو جاتی ہے۔

شق صدر کے واقعہ سے حضرت حلیمه ؓ کو اندیشه ہوا کہ مباداً آپ ﷺ کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے اس لئے آپ ﷺ کو حضرت آمنہ ؓ کے پاس مکہ لے کر حاضر ہوئیں اور تمام واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت آمنہ ؓ اس واقعہ کو سن کر بالکل ہراساً نہ ہوئیں اور ان انوار و تجلیات اور ان خیرات اور برکات کا جوزمانہ حمل اور ولادت با سعادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے ذکر کر کے یہ فرمایا کہ میرے اس بیٹے کی شان بہت بڑی ہو گی۔ اس مولود مسعود تک شیطان کی رسائی ناممکن ہے تم مسلمین رہو اس کو کوئی گزندہ نہیں پہنچ سکتی۔

وَهُمْ حَمَادُ بْنُ سَلْمَةَ كَا:

صحیح مسلم، مسنداً احمد، ابن سعد اور دلائل ابو نعیم میں ایک ہی سلسلہ سے مذکور روایت ہے یعنی حماد بن سلمہ، ثابت الثانی سے اور ثابت، حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ روایت حضور اکرم ﷺ کے بچپن کے شق صدر کی سب سے زیادہ صحیح اور محفوظ روایت ہے۔

”حضرت اکرم ﷺ اپنے بھائیوں کے ساتھ بگریاں چرانے جنگل میں گئے ہوئے تھے۔ جب آدھا دن گزر گیا تو ضرہ خدیجہ کا لڑکا ابا جان، اماں جان پکارتا ہوا، بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا محمد (ﷺ)!

ہمارے ساتھ کھڑے تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور ان کے قریب آ کر انہیں ہمارے درمیان پہاڑ پر لے گیا اور لٹا کر ان

کاشکم مبارک چاک کیا۔ آگے ہم نہیں جانتے کہ ان کا کیا حال ہوا۔ اس پر حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر دوڑتے ہوئے جب آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ پہاڑ پر بیٹھے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں جب آپ ﷺ نے ہمیں دیکھا تو تبسم فرمایا۔“

نیز ابو یعلی، ابو نعیم اور ابن عساکر، شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

”ایک روز میں بنی لیث بن بکر میں اپنے رضائی بھائیوں کے ساتھ وادی میں تھا کہ یہاں کیک میری نظر تین اشخاص پر پڑی ان میں سے ایک کے ہاتھ میں سونے کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کی لگن تھی جو برف سے لبریز تھی پھر مجھے اپنے ساتھیوں کے درمیان سے پکڑا میرے سارے ساتھی اپنے محلے کی جانب بھاگ گئے۔ اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک نے مجھے زمین پر لٹایا اور ایک نے میرے سینہ کو جوڑوں کے پاس سے ناف تک چیرا اور مجھے کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوا۔ اس کے بعد پیٹ کی رگوں کو نکالا اور اس برف سے اسے خوب غسل دیا، پھر اسے اپنی جگہ دیکھ کر میں کھڑا ہو گیا۔ دوسرے شخص نے اس سے کہا اب تم ہٹ جاؤ اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ کو میرے جوف میں ڈال کر میرا دل نکالا۔ میں اسے دیکھ رہا ہوں پھر اسے چیرا اور اس سے سیاہ لوكھڑا نکالا۔ ایک

روایت میں یہ بھی ہے کہ سیاہ نکتہ کو نکالا اور اسے پھینک دیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے، پھر اسے اس چیز سے بھرا جوان کے پاس تھی۔ ایک روایت میں اسے شکبہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اپنے داہیں طرف اور بائیں طرف کچھ اشارہ کیا یعنی کہ وہ کوئی چیز مانگ رہے ہو۔ تو انہوں نے ایک انگشتی نور کی دی جس کی نورانیت سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ اس کے بعد میرے دل پر مہر لگائی اور میرا دل نور سے لبریز ہو گیا۔ اور وہ نور نبوت و حکمت کا تھا پھر دل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو میں اس مہر کی سردی و خوشی عرصہ دراز تک محسوس کرتا رہا۔ اس کے بعد مواہب کے الفاظ ہیں کہ کہا:

فَوَجَدْتُ بَرَدَ ذِلِّكَ الْخَاتَمَ فِي صَدْرِي

تو میں نے اس مہر کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

”هم رسول اکرم ﷺ کے سینہ و شکم مبارک پر اس جوڑ کے نقش و نشان کو سیدھی لکیر کی مانند دیکھا کرتے تھے۔“

### شق صدر کی صحیح کیفیت:-

صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف اور نبأ وغیرہ میں متعدد روایتوں اور طریقوں سے شق صدر کی صحیح کیفیت معراج کی حالت کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ ایک شب حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں آرام فرمار ہے تھے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں سورہی تھی مگر آپ ﷺ کا دل بیدار تھا کہ اسی اشنا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے اور آپ ﷺ کو اٹھا کر وہ چاہ زم زم کے پاس لے

گئے یا پھر آب زم زم سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا پھر اس طشت کے سرمایہ کو سیہ مبارک میں بھر کر شگاف کو برابر کر دیا گیا، اس کے بعد فرشتے آپ ﷺ کو آسمان کی طرف لے چلے۔

### آنحضرت ﷺ کا اپنے بارے میں ارشاد:-

ابن ہشام اپنی کتاب ”سیرتِ ہشام“ میں رقم طراز ہیں کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول خدا ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اپنا کچھ حال ہم سے بیان فرمائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اچھا تو میں بیان کرتا ہوں کہ میں اپنے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ جب میری والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو میرا حمل ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک ایسا نور نکلا، جس کی رشنی میں ان کو ملکِ شام کے محل نظر آئے اور قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک عورت کو مجھے دودھ پلانے کے واسطے پر دکیا، ایک روز کا ذکر ہے کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ اپنے گھر کی پشت پر بکریاں چڑا رہا تھا کہ یک ایک دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر آئے اور مجھ کو پکڑ کر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرے دل کو نکال کر شگاف دیا اور اس میں سے ایک سیاہ ملکڑا نکال کر بھینک دیا، پھر میرے سینہ اور دل کو اس برف سے دھویا، یہاں تک کہ خوب پاک کر دیا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ”ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ ان کو وزن کرو۔“

چنانچہ ان کے ساتھ مجھ کو وزن کیا گیا، میں ان پر غالب ہوا پھر کہا:

”سو آدمیوں کے ساتھ ان کو وزن کرو۔“

پس میں ان پر بھی غالب رہا۔ پھر کہا:

”ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو۔“

پس میں ان پر بھی غالب ہوا، اس شخص نے کہا:

”قتم ہے خدا کی، اگر ساری امت کے ساتھ ان کو وزن کرو گے

تب بھی ان پر غالب ہوں گے۔“

ابن اسحاق سے مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چڑائی ہوں۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے بھی بکریاں چڑائی ہی؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں، میں نے بھی چڑائی ہیں۔“

حضرت اکرم ﷺ کا واپسی پر کھو جانا:-

حليمہ سعدیہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب شق صدر کا قصیہ پیش آیا تو میرے شوہر اور دوسرے لوگوں نے مجھے یہی مشورہ دیا کہ اس سے پہلے آپ ﷺ کو کوئی گزند پہنچ بہتر یہی ہے کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنتی خاتون اور آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینا چاہیئے حليمہ سعدیہ خاتون بیان کرتی ہیں کہ:

هم حضور اکرم ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے۔ جب

هم مکہ مکرمہ کے قرب و جوار میں پہنچے تو میں حضور اکرم ﷺ کو

ایک جگہ بٹھا کر قضاۓ حاجت کے لیے چلی گئی جب واپس آئی تو حضور اکرم ﷺ کو اس جگہ موجود نہ پایا۔ بہت تلاش و جستجو کی مگر کوئی نام و نشان نہ پایا۔ نا امید ہو کر سر پر ہاتھ مار کر وَمُحَمَّدَ أَوْالَدَاہ کہہ کر پکارنے لگی۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی میکتا ہوا میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا اے سعدیہ! کیا بات ہے کیوں نالہ و شیون کر رہی ہو؟ میں نے کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) بن عبد اللہ کو ایک مدت تک دودھ پلایا ہے اب میں انہیں لے کر ان کی والدہ اور دادا کے سپرد کرنے آئی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں۔ بوڑھے نے کہا روؤں نہیں غم نہ کھاؤ میں تمہیں اس کی رہنمائی کرتا ہوں جہاں وہ ہوں گے۔ اگر اس نے چاہا تو ممکن ہے کہ تمہیں ان تک پہنچا دے۔ اس پر حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا میری جان تم پر قربان! بتاؤ وہ کون ہے؟ بوڑھے نے کہا وہ بڑا بت ہے جس کا نام ہبل ہے وہ بڑا مرتبہ والا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہارا فرزند کہاں ہے میں نے کہا خرابی ہو تیری! کیا تو نہیں جانتا اور تو نہیں سنا کہ اس فرزند کی ولادت کی رات میں بتوں پر کیا گزری تھی۔ وہ سب ٹوٹ کر اوندھے گر پڑے تھے۔ بوڑھا زبردستی مجھے ہبل کے پاس لے گیا اور اس کا چکر لگوایا اور میرا مقصد اس نے بت کے سامنے بیان کیا تو ہبل سر کے بل گر پڑا اور دوسرے تمام بت اوندھے ہو کر گر پڑے۔ ان کے خول سے یہ آواز آئی اے بوڑھے ہمارے سامنے سے دور ہو اور اس فرزند جلیل کا ہمارے سامنے نام نہ لے۔ کیونکہ اس ذات مبارک کے

ہاتھ سے ہماری ہلاکت تمام بتوں کی تباہی اور تمام پچاریوں کی بر بادی ہوگی۔ اس کا رب انہیں ہرگز ضائع نہ کرے گا اور وہ ہر حال میں اس کا محافظ ہے۔

خطبہ سعد یہ فتنہ فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں حضور اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے پاس آئی۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں فکر مند اور پریشان دیکھ رہا ہوں۔ اور ہمارا محمد (ﷺ) تمہارے ساتھ نہیں ہے؟ میں نے کہا اے ابوالحارث میں محمد (ﷺ) کو خوب اچھی طرح لارہی تھی جب میں مکہ میں داخل ہوئی تو میں انہیں بٹھا کر قضاۓ حاجت کے لئے چلی گئی واپسی پر وہ غائب ملے۔ ان کی جستجو و تلاش میں بہت زیادہ سرگردان رہی مگر کوئی خبر نہ پاسکی یہ سن کر حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو آواز دی کہ اے آل غالب میرے پاس آؤ جب تمام قریش جمع ہو گئے تو قریش نے کہا اے سردار! آپ کو کیا معاملہ درپیش ہے؟ فرمایا میرا فرزند محمد (ﷺ) گم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) اور تمام قریش سوار ہو کر حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے اور مکہ کی اعلیٰ و اسفل، ہر جگہ میں تلاش کیا مگر حضور ﷺ نہ ملے اس کے بعد حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور بارگاہ الہی میں مناجات کی۔ یہاں آپ (رضی اللہ عنہ) نے ہاتھ خیبی کی آواز سنی کہ اے لوگوںم نہ کھاؤ کیونکہ محمد ﷺ کا خدا محافظ ہے وہ آپ کو اپنی حفاظت سے کبھی دور نہ

فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا اے ہاتھ غیبی مجھے بتاؤ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ اس نے کہا تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرمائیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وادی تہامہ کی جانب چل دیئے راہ میں واقہ بن نوفل ان کے سامنے آئے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے یہاں تک کہ جب وادی تہامہ پہنچ تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرمائیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

**مَنْ أُنْتَ يَا غُلَامُ**

اے فرزند تم کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا میری جان تم پر قربان ہو، میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں، اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوش خوش مکہ مکرمہ لے آئے، بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیئے، حلیمه سعدیہ کو قسم قسم کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور وہ اپنے قبیلہ کی جانب لوٹ گئیں۔

**وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَلًا**

## حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا کی تربیت

جب حضور اکرم ﷺ کو حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر لے گئی تو وہاں ہر شخص آپ ﷺ سے بہت ہی زیادہ پیار کرتے تھے اور آپ ﷺ پر اپنی جان چھڑ کتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے آنے سے ان کے دن پھر گئے۔ ہر وقت ان کے گھر میں فیوض و برکات کی بارش ہوتی اور اہل خانہ خدا کی نعمتوں کو سمیٹتے رہتے۔

حضور اکرم ﷺ اپنے رضائی بہن بھائیوں کے ساتھ کھلیتے، خصوصاً حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھلیتے اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر سیر کر رہا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے رضائی بہن بھائیوں میں سے حضرت شیما بنت حارث رضی اللہ عنہ کو ننھے حضور ﷺ سے بہت ہی زیادہ پیار و انس تھا اور وہ حضور ﷺ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتی تھی۔

بھوک اور پیاس کی شکایت کبھی نہ کرنا:-

آپ ﷺ کا بچپن جن جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ سب اس بات پر شاہد ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا، ناواجبو مذاق نہیں کیا، کبھی مانگ کر کھاتا نہیں کھایا بلکہ جو کچھ کھانے کو دیا جاتا وہ کھائیتے، کبھی بھی کھانے والی چیزوں پر کوئی نقص یا عیوب نہیں نکالا۔

حضرت ام ایمن (برکہ) رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”میں نے کبھی حضور اکرم ﷺ کو بھوک و پیاس کی شکایت کرتے نہ دیکھا۔ جب صبح ہوتی تو ایک پیالہ زم زم کا نوش فرماتے اور شام تک کچھ طلب نہ فرماتے اکثر ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت کھانے کے لئے غرض کیا جاتا تو فرماتے مجھے کھانے کی رغبت نہیں ہے۔“

اسی روایت کو ابن سعد دوسری طرح سے روایت کرتے ہیں (جس میں چند الفاظ زیادہ ہیں) کہ:

”آپ ﷺ نے بچپن میں اور نہ بڑے ہو کر بھوک پیاس کی کبھی شکایت کی۔“

امین اور صادق:-

آپ ﷺ چھوٹی عمر، ہی سے امین اور صادق کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کبھی بھی امانت میں خیانت نہیں کرتے تھے اور ہر وقت بچ بولتے تھے۔

چھوٹی عمر، ہی سے آپ ﷺ کی شرافت نفس، اخلاق فاضلہ، فہم و فراست کے غیر معمولی آثار، دیانت و امانت کے اعلیٰ ترین شاہکار، آپ ﷺ کی ذات اقدس میں ہمه وقت مشاہدہ کیے جاسکتے تھے۔

حضرت حلیمه سعد یہ رضی اللہ عنہا کا پورا گھر روشن ہوتا:-

حضرت حلیمه سعد یہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”جب تک آپ ﷺ میرے گھر میں جلوہ افروز رہے، آپ

رسنی ﷺ کے چہرہ مبارک کے نور سے میرا گھر ہمیشہ روشن و درخشاں ہی رہا۔ جب بھی مجھے کبھی اندر جانے کی ضرورت ہوتی تو آپ رسنی ﷺ کے نور سے ساری کوٹھری روشن ہو جاتی اور جو چیز مجھے درکار ہوتی میں بڑی آسانی سے اُسے تلاش کر لیتی تھی۔“

مزید فرماتی ہیں کہ:

”جب سے ننھے حضور اکرم رسنی ﷺ میرے گھر میں رونق افروز ہوئے تھے، مجھے کبھی بھی چراغ جلانے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی کیونکہ حضور اکرم رسنی ﷺ کے مبارک نور سے ہی سارا گھر روشن رہتا تھا۔“

### کتاب و حکمت کے معلم:-

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا ننھے حضور اکرم رسنی ﷺ کو ہر سال میں دو مرتبہ آپ رسنی ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا سے ملانے لاتیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ رسنی ﷺ کو چار سال اور دوسری روایت کے مطابق آپ رسنی ﷺ کو پانچ سال بعد اپنی آغوش مادر میں اس صحرائی ترتیت کے شاہکار کو واپس آپ رسنی ﷺ کے ٹھکانے پر چھوڑ آئی اور بوجھل دل کے ساتھ واپس اپنے ٹھکانے لوئیں۔ وہ نور دیدہ حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی بھر آنکھیں روشن کرتا رہا، خیر و برکت کا دروازہ آپ رسنی ﷺ کے طفیل جو کھلا تھا وہ پھر کبھی آپ رضی اللہ عنہا کے گھر اور قبیلہ پر بند نہیں ہوا۔

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ:

”چھوٹی عمر میں آپ رسنی ﷺ سے کوئی اسکی گندی حرکت نہیں ہوئی۔“

آپ رسنی ﷺ کبھی بھی دوسرے بچوں کی طرح گریہ و زاری نہ

فرماتے تھے۔ حجاج ضروریہ سے فراغت کا وقت متعین تھا۔ آپ ﷺ کی طرف بہت راغب تھے۔ اکثر اس سے باتیں کرتے رہتے، کوئی غیبی ہاتھ آپ ﷺ کا پنگھوڑا ہلاتا رہا۔ بڑے ہوئے تو عام بچوں کی طرح کھیل کوڈ میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ خود بھی وہاں سے ہٹ جاتے اور انہیں بھی کھلنے سے منع فرماتے۔“

حضور ﷺ نے جب سے ہوش سنجھالا تو کتاب فطرت کے اوراق، ریگستان کی وسعتوں، آسمان کی رفتاروں، پہاڑوں کی بلندیوں، موسم کی تندیوں، ہوا کی سبک ساریوں اور چشمیں کی نغمہ سنجیوں کی صورت میں کھلے تھے۔ بدیوں کی سادہ زندگی، انسانی فطرت کے شریفانہ جوہر اور زبان و بیان کی فصاحت عطا فرمائی جب ہی تو ارشاد ہوا:-

”میں تم سب سے زیادہ فصاحت ہوں، میں قریشی ہوں اور میرنی زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے۔“ (جو صحائے عرب میں بہت مشہور تھے)۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی زبان بہت ہی زیادہ فصحیح ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اول تو میں قریش میں سے ہوں اور پھر میں نے بنی سعد کے قبلے میں دودھ پیا ہے۔“

ہم کو کھیل کوڈ کے لیے پیدا نہیں کیا گیا:-

حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہنے کے دوران جب حضور اکرم ﷺ بڑا ہوئے اور دوسرے بچوں کو کھلتے ہوئے دیکھا تو کبھی بھی ان کے ساتھ شریک نہیں

ہوئے بلکہ الگ تھلک ہو کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دو دو شریک بھائی کو بچوں کے ساتھ کھلیتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ کھیل میں شریک کرنا چاہا تو حضور اکرم ﷺ نے ان کا ساتھ پکڑ کر کہا:

”بھائی! ہم کھیل کو دا اور باتوں کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔“

نئے حضور اکرم ﷺ بچوں کو کھلیتے ہوئے دیکھا کرتے تھے خود کھیل میں حصہ نہیں لیتے تھے اور اگر کبھی کوئی لڑکے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ کھینے کے لیے بلا تے تو اس کے جواب میں آپ ﷺ فرماتے کہ:

”ہم کو کھیل کو د کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔“

میں بھی بکریاں چڑاؤں گا:-

جب ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عمر مبارک تین برس ہوئی تو ایک دن انہوں نے اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمه سعدیہ ؓ سے فرمایا کہ:  
”اے مادر گرامی! مجھے یہ بتائیے کہ میرے بھن بھائی کہاں جاتے ہیں؟“

حضرت حلیمه سعدیہ ؓ نے عرض کیا:

”میری جان آپ ﷺ پر فدا ہو۔ آپ ﷺ کے بہن بھائی تے بکریاں چرانے جاتے ہیں اور شام کو واپس آتے ہیں۔“

اس جواب پر نئے حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا:

”اے مادر گرامی! مجھے اپنے بھائیوں کے ساتھ جب وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں کیونکہ نہیں بھیجتیں تاکہ میں سیر کروں اور تمہاری بکریوں کو چڑاؤں لے دا اب میں بھی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ

بکریاں چرانے جایا کروں گا۔“

حضرت حیمہ سعدیہؓ نے آپ ﷺ کو بہت روکا لیکن آپ ﷺ نے مانے اور بہت ہی زیادہ اصرار کیا تو حضرت حیمہ سعدیہؓ نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی۔ آپ ﷺ ہر روز اپنے رضائی بہن بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے جایا کرتے تھے۔

جب سے نئے حضورِ اکرم ﷺ اپنے رضائی بہن بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے جانے لگے تو حضرت حیمہ سعدیہؓ کی بکریوں میں روز افزون ترقی ہونے لگی اور وہ زیادہ سے زیادہ دودھ دینے لگیں اور بکرے بھی موٹے تازے ہونے لگے اور چراگا ہوں میں ہر یاں بڑھنے لگی یہ دیکھ کر بنو سعد بہت خوش ہوئے۔

یہودی کا چلا کر کہنا ”اسے بچے کو قتل کر دو!

ایک بار حضرت حیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر ہدیل کے ایک قیافہ شناس کے پاس پہنچیں۔ وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی چلا اٹھا!  
”اے قومِ عرب! اس بچے کو فوراً قتل کر دو کیونکہ عنقریب یہ تمہارے ہم مذہب لوگوں کو مارے گا اور تمہارے بتوں کو بھی توڑ دے گا اور تم پر غالب آجائے گا۔“

حضرت حیمہ سعدیہؓ نے جب یہ سناتو وہ آپ ﷺ کو لے کر وہاں سے فوراً واپس چلی آئیں۔

بچپن کی ادائیں:-

حضرت حیمہ سعدیہؓ نے بچپن میں فرماتی ہیں کہ:

”آپ ﷺ کا گھوارہ یعنی جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہتا تھا۔“

اور آپ ﷺ بچپن میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے تو چاند آپ ﷺ کی انگلی کے اشاروں پر حرکت کرتا تھا۔  
جب آپ ﷺ کی زبان کھلی تو سب سے اول جو کلام آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔

الله اکبر ! الله اکبر ! الحمد لله رب العالمین و سبحان الله  
بکرة واصيلاً ۔

اور رات کے وقت آپ ﷺ کے دل مبارک کو یہ فرماتے ہوئے  
سُنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَدْ وُدُودًا نَامَتِ الْعَيْوُنُ وَالرَّحْمَنُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ  
وَلَا نُوْمٌ ۔

یہ تمہارے بت توڑے گا:-

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:  
”جب بھی میں کبھی حضور اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر بازار میں کاہنوں کے پاس جاتی تو وہ بھی آپ ﷺ کو مارڈالنے کی صدائیں بلند کرتے اور کہتے:

اس پچ کوفور امارڈاں ورنہ یہ بڑا ہو کر تمہارے ہم نہ بیوں کو قتل کر دے گا، تمہارے بت توڑا لے گا اور تم پر حکومت کرے گا۔“

مزید بیان کرتی ہیں کہ:  
”جب بھی ہمارے ہاں کسی یہودی جماعت کا گزر ہوتا تو میں ان کو آپ ﷺ کے حالات بتاتی تو وہ لوگ آپ ﷺ کو فوراً مارڈالنے کی ترغیب دیتے۔“

## السلام عليك يا رسول الله (صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) :-

جب سے نہیے حضور اکرم ﷺ نے رضائی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جانے لگے تو جلد ہی آپ ﷺ کے رضائی بہن بھائیوں نے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ کسی چٹان یا درخت کے پاس سے گزرے تو درختوں اور پتھروں میں سے عجیب سی یہ آواز نکلی:

”السلام عليك يا رسول الله! السلام عليك يا رسول الله!”

”یعنی کہ اے اللہ کے نبی (ﷺ)! آپ ﷺ پر سلام ہو۔“

پچے اس کو سن کر بہت حیران ہوئے اور

پچے اس بات پر بہت ہی زیادہ حیران ہوئے اور واپس آکر اپنی والدہ ماجدہ کو سارا ماجرا سنایا تو حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا یہ جان گئی تھی کہ ان کا یہ رضائی بیٹا کوئی معمولی لڑکا نہیں ہے۔

انہوں نے اپنے بچوں سے کہا:

بچو! اس بات کا ذکر کسی سے بھی نہ کرنا۔ تمہارا بھائی کوئی معمولی لڑکا نہیں ہے۔ وہ بڑا ہو کر سردار بننے والا ہے۔ اس کی بہت ہی زیادہ دیکھ پھال کرو اور یہ خیال رکھو کہ انہیں کوئی تکلیف یا گزند نہ پہنچے۔“

پچے اپنی ماں کی یہ بات سن کر پہلے سے بھی زیادہ حضور اکرم ﷺ کا خیال رکھنے لگے اور جان چھڑ کنے لگے۔

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

”جب پہلے دن نہیے حضور اکرم ﷺ نے رضائی بہن بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے گئے تو ہم لوگ اُس

دن شام کو ان کے انتظار میں باہر نکل کر کھڑے ہو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ جب حضور اکرم ﷺ واپس آ رہے تھے تو ان کے نور کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور بکریاں ان کے مبارک قدموں سے لپٹی چلی جاتی تھیں۔ ایک بکری کا پاؤں میرے لڑکے سے ٹوٹ گیا تھا جب آپ ﷺ نے اس بکری کے پاؤں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ فوراً اچھی ہو گئی۔“

اس کے بعد میں نے اپنے اس لڑکے سے یہ دریافت کیا کہ اے میرے پیارے بیٹے!

”آج تم نے اپنے بھائی محمد (ﷺ) کا کیا حال دیکھا؟“

اس کے جواب میں میرے بیٹے نے کہا:

”ماں آج ہم نے ایک عجیب بات دیکھی کہ ہمارے اس بھائی کے سامنے جب بھی کوئی درخت، پتھر، پھاڑ اور جنگل کے جو بھی جانور سامنے آتے، یہ سب بلند آواز سے کہتے تھے ”السلام عليك يا رسول الله (ﷺ)! اور جہاں جہاں بھی آپ ﷺ قدم رکھتے وہاں فوراً سبزہ نمودار ہو جاتا۔ جب ہم بکریوں کو پانی پلانے کے لیے کنویں کے پاس لے کر گئے تو ہم نے دیکھا کہ کنویں کا پانی جوش مار کر فوراً بھر گیا۔ ہمیں جنگل میں ایک خونخوار شیر بھی ملا اُس نے جب ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اچانک اُس کی نظر ہمارے رضائی بھائی حضرت محمد (ﷺ) پر پڑی، تو وہ فوراً ہی آپ ﷺ کے قدموں سے لپٹ گیا اور قدموں پر لوٹ گیا اور کہا ”السلام عليك يا رسول الله (ﷺ)“۔ پھر محمد (ﷺ) نے اس

کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ اسی وقت وہاں سے چلا گیا۔

اس پر حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”میں نے اپنے بچوں سے کہا کہ اس بات کا ذکر کسی سے بھی نہ کرنا۔“

### بے باکی جرأت اور فصاحت و بلاغت:-

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رقم طراز ہیں کہ:

حضور ﷺ نے اپنے جو ابتدائی سال بنی سعد کے درمیان صحراء میں گزارے۔ وہاں گزرے ہوئے وقت میں صحت و تندرتی، بے باکی جرأت، فصاحت و بلاغت اور قوت جیسی صفات سے مالا مال ہوئے۔ بچپن ہی میں بہترین شہ سوار تھے۔ اس صحرائیں آپ ﷺ کی صلاحیتوں کو پروان چڑھنے اور سورج کی دھوپ اور کھلی ہوا میں جسمانی و روحانی تربیت حاصل کرنے کے بہترین موقع میسرائے۔ آپ ﷺ بچپن ہی سے نجابت و شرافت کا پیکر تھے۔ ہوش مندی اور بیداری مغزی چہرے سے عیان تھی، جو ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی۔“

آپ ﷺ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جاتے تو قدرت کی ہر چیز کو بڑی غور و فکر سے دیکھتے اور اپنے بہن بھائیوں یا پھر اپنی رضاعی والدہ سے اس کے بارے میں مختلف سوالات کیا کرتے اور ایسے ایسے سوالات پوچھا کرتے کہ وہ دنگ رہ جاتے۔ یہ عقائد انہ باتیں دیکھ کر حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی زیادہ خوش ہوتی۔

رشته رضاعت کے لیے ابر و جود کا برسنا:-

حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت حلیمه سعدیہ ؓ سے اپنی رضاعت کا عمر بھر خیال رکھا اور پھر حضورِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء کرام نے بھی حضرت حلیمه سعدیہ ؓ کا احترام محفوظ رکھا۔

حضرت حلیمه سعدیہ ؓ جب بھی آتیں، آپ ﷺ انہیں اٹھ کر ان کا استقبال فرماتے ان کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے۔ جب حضورِ اکرم ﷺ کا حضرت خدیجہ ؓ سے نکاح ہونے کے بعد ایک دفعہ آئیں تو حضورِ اکرم ﷺ سے اپنے قبلیہ کی خشک سالی اور جانوروں کی ہلاکت کا شکوہ کیا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے اس موقع پر انہیں چالیس بکریاں اور ساز و سامان خورد و نوش سے لداہوا اونٹ عطا فرمایا اور ان کے حق میں دعا بھی فرمائی۔

جب حضورِ اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت حلیمه سعدیہ ؓ اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ کے دستِ حق پرست پر ایمان کی دولت بھی پائی۔ آپ ﷺ کے رضاعی بہن شیما ؓ اور بھائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

”ایک عورت آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ”میری ماں، میری ماں“ کہتے ہوئے بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور زمین پر اپنی چادر مبارک بچھا کر اُس پر انہیں بٹھایا اور ان کر ہر ضرورت پوری فرمائی۔“

ایک دفعہ حضورِ اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی عبد اللہ نے کسی وقت آپ ﷺ

سے پوچھا تھا:

”کیا اب کسی کی بعثت ہونے والی ہے۔“

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن میں تجھے پہچان کر تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا۔“

۸۸  
ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو اس کے بعد غزوہ حنین ہوا جس میں حضور اکرم ﷺ کے مقابل قبیلہ بنو ہوازن اور بنو سعد بن بکر کے قبیلے بھی شامل تھے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد بہت سا مال و منال اور مرد و زن مال غنیمت میں آئے اور مجاہدین میں تقسیم ہو گئے۔ حضور ﷺ لوٹتے ہوئے مقام بحرانہ میں مقیم تھے کہ ہوازن کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا اور ایمان لے آیا۔

اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ:

”اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ ﷺ نے اس جنگ میں جن لوگوں کو قیدی بنایا ہے ان میں آپ ﷺ کی بہنیں، خالائیں، پھوپھیاں بھی شامل ہیں جو آپ ﷺ کے دور کے رشتے دار ہیں، وہ بھی آپ ﷺ سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی گود میں اٹھایا ہے، اپنی آغوش میں بٹھایا ہے، زانوں پر کھلایا ہے اور اپنی چھاتیوں سے آپ ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔ آپ ﷺ تو بہترین کفیل ہیں۔“

اس کی تقریب کر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم نے آنے میں بہت دریکر دی، مجھے گمان تھا کہ شاید تم نہ آؤ۔“

اب تو سب کچھ بانٹا جا چکا ہے۔ اب تم اس طرح کرو کہ جب میں نماز ظہر پڑھا کر فارغ ہو جاؤں تو تم مسلمانوں سے کہنا کہ ربoul اللہ ﷺ کے طفیل اور رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی بدولت ہم شفاعت کے طلب گار ہیں۔“

انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں کرنے کا کہا تھا اس پر حضور اکرم ﷺ نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ کے بنی ہوازن کے لونڈی و غلام انہیں واپس کر دیئے دیکھ کر مہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے حصے پیش کر دیئے۔ قبائل عرب نے بھی ان کی تقلید کی۔

یوں آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ رشتہ رضاوت کے لیے جود و کرم کی بارش بن کر بری۔ درود وسلام ہو ہوازن کے اُس شیر پر جس نے اپنے قبلے کے ہزاروں مردوں اور عورتوں کو آزادی دلائی اور ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ماں کی پرشفقت آغوش میں پرورش پانا

اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں ضائع نہیں کریں گے:-

حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا سعادتوں اور نیک بختوں کے اس منبع کو اس کے والدہ اور دادا کے پاس لوٹانے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

غیب سے ندا آئی:

”اے مکہ کی سرز میں! تجھ کو مبارک ہو۔ آج سے تیرا نورِ کمال اور تیرا چاند واپس آ رہا ہے۔ آج سے مکہ کی سرز میں قحط سے محفوظ ہو گئی، اور اب قیامت تک خزانوں سے مالا مال ہو گئی۔“

اور جب حضرت حلیمه سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کو لے کر حرم کے متصل پہنچیں تو ایک آواز سنی:-

”اے حطیم! تجھ کو بہت بہت مبارک ہو آج آفتاب جود و سخا، شاہ جو اس دولت تشریف لاتا ہے۔“

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کو لے کر مکہ کے قرب و جوار کے قریب پہنچیں تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو ایک جگہ بٹھایا اور خود قضاۓ حاجت کے لیے چلی گئیں جب وہ واپس آئی تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو وہاں پر موجود نہ پایا جہاں پر وہ چھوڑ کر گئی تھی اس پر وہ بہت کھرا گئی اور انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا

اور لوگوں سے کہا:

”یہاں پر میرا بچہ تھا۔“

لوگوں نے پوچھا:

”کون سا بچہ؟“

اس پر حضرت حلیمه سعدیہ یہ فتنہ کہنے لگیں:

”وہی بچہ جو میرے ساتھ تھا جس کا نام محمد (رض) بن عبد اللہ بن

عبدالمطلب ہے۔ جو میرا سرمایہ افتخار، میرا مخزن اعتبار، میرا باعث

روزگار تھا اس کو میں اس کی والدہ ماجدہ کے پاس واپس لوٹانے

کے لیے آئی تھی۔ وہ ابھی تو یہاں پر ہی تھا اگر وہ مجھے نہ ملے تو

میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گراؤں گی۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضورِ اکرم (رض) کو ادھر ادھر تلاش کیا مگر حضور

اکرم (رض) انہیں نہ مل سکیں تو وہ نا امید ہو گئیں اور:

**وَمُحَمَّدًا وَوَلَدَاهُ**

کہتی بلکہ بلکہ کرزو نے لگیں۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی شکتا ہوا

حضرت حلیمه سعدیہ یہ فتنہ کے پاس آیا اور کہا:

”کیا بات ہے کیوں نالہ و شیون کر رہی ہو؟“

میں نے ان سے کہا:

”میں نے محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب کو ایک مدت تک دودھ

پلایا ہے اب میں انہیں لے کر ان کی والدہ اور دادا کے سپرد کرنے

آئی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں۔“

بوڑھے نے کہا روؤں نہیں اور غم نہ کھاؤ میں تمہیں اس کی رہنمائی کرتا ہوں

جہاں وہ ہوں گے اگر اس نے چاہا تو ممکن ہے کہ تمہیں ان تک پہنچا دے۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ:

”میری جان تم پر قربان، بتاؤ وہ کون ہے؟“

بوزھے نے کہا کہ:

”وہ بڑا بنت ہے اس کا نام ہبیل ہے وہ بڑا مرتبہ والا ہے وہ جانتا

ہے کہ تمہارا فرزند کہاں ہے اُس سے جا کر معلوم کرو۔“

میں نے اُس سے کہا کہ:

”میں نے کہا خرابی ہوتی ری، کیا تو نہیں جانتا اور تو نے نہیں سنائے کہ

اس فرزند کی ولادت کی رات بتوں پر کیا گزری تھی۔ وہ سب

اووند ہے گرے ہوئے تھے۔“

اس پر بوزھا مجھے زبردستی اس بنت کے پاس لے گیا اور اس کے چکر لگوایا۔

چکر لگوانے کے بعد اس نے بنت سے سارا واقعہ بیان کیا۔

”ہبیل نے یہ سارا واقعہ سناتا تو وہ سر کے بیل گر پڑا اور دوسرے تمام

بت بھی اووند ہے ہو کر گر پڑے۔ ان کے خول سے یہ آواز آئی

اے بوزھے ہمارے سامنے سے دور ہو اور اس فرزند جلیل کا نام

ہمارے سامنے نہ لے کیونکہ ان کی ذات مبارک کے ہاتھ سے

ہماری ہلاکت تمام بتوں کی تباہی اور تمام بچاریوں کی بر بادی

ہوگی۔ ان کا رب انہیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا اور وہ ہر حال میں

اُس (محمد ﷺ) کا محافظ ہے۔“

حضرت حلیمه سعدیہ یہ ڈھنڈھا ڈرتی تھی کہ جب سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حضرت

محمد ﷺ کی گمشدگی کا پتہ چلے گا تو ان پر کیا گزرے گی آخر وہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

کے پاس گئی تو انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ یہ رضی اللہ عنہا کا چہرہ دیکھ کر فرمایا کہ:  
 ”کیا بات ہے تو مجھے پریشان دکھائی دے رہی ہو، اور ہمارا محمد  
 (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے ساتھ نہیں ہے؟“

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

”اے ابوالحارث میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خوب اچھی طرح لا رہی تھی  
 جب میں مکہ میں داخل ہوئی تو میں انہیں بٹھا کر قضاۓ حاجت  
 کے لئے چلی گئی واپسی پر وہ غائب ملے۔ ان کی جستجو و تلاش میں  
 بہت زیادہ سرگردان رہی مگر کوئی خبر نہ پاسکی۔“

یہ سن کر حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو  
 آواز دی کہ اے آل غالب میرے پاس آؤ جب تمام قریش جمع ہو گئے تو قریش نے  
 کہا اے سردار! آپ رضی اللہ عنہ کو کیا معاملہ درپیش ہے؟  
 اس پر سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میرا فرزند محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گم ہو گیا ہے میرے ساتھ ڈھونڈنے چلو۔“  
 قریش نے کہا:

”سردار آپ تشریف رکھیں، ہم آپ کے بیٹے کو جنگلوں،  
 پہاڑوں، صحراوں میں تلاش کریں گے۔“

قریش کے پروجھ نوجوانوں نے سردار عبدالمطلب سے فرمیں کہا گئیں کہ:  
 ”جب تک ہم آپ کے بیٹے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش نہیں کر لیتے، نہ  
 ہم کھانا کھائیں گے، نہ ہی نہائیں گے اور نہ ہی کوئی خوشبو  
 استعمال کریں گے۔“

جب سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور تمام قریش حضور ﷺ کی تلاش میں ناکام

ہو گئے اور انہیں حضور اکرم ﷺ کہیں پر بھی نہ ملے تو سردار عبدالمطلب مسجد حرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے، پہلے تو طواف کیا اور پھر بارگاہ الہمی میں التجا کی۔

”اے میرے پیارے ربِ کریم! میری کسی سواری پر سوار ہو کر چلے جانے والے سوار یعنی محمد (ﷺ) کو مجھ پر لوٹا دے، اور مجھ پر تو اپنا خصوصی کرم فرم۔“

ایک روایت کے مطابق سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے یوں کہا تھا کہ:

”اے میرے اللہ! میرے پر دیسی اور مفقود اخبر سوار کو واپس فرم اور مجھے احسان و کرم سے سرفراز فرمادے، اور تو نے ان کو میرا دست و بازو اور معاون و مددگار بنایا تھا۔

یہاں سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ہاتھ غیبی کی آواز سنی کہ:

”اے لوگوں نہ کھاؤ کیونکہ محمد ﷺ کا خدا محافظ ہے وہ آپ کو اپنی حفاظت سے کبھی دور نہ فرمائے گا۔“

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اے ہاتھ غیبی مجھے بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟“

اس نے کہا:

”تہامہ کی وادی میں ایک شجر یمن کے نیچے تشریف فرمائیں۔“

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وادی تہامہ کی جانب چل دیئے راہ میں واقہ بن نوفل ان کے سامنے آئے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے یہاں تک کہ جب وادی تہامہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرمائیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

مَنْ أُنْتَ يَا غُلَامُ

”اے فرزند تم کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کہا میری جان تم پر قربان ہو، میں تمہارا دادا عبد المطلب ہوں، اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوس خوش مکہ مکرمہ لے آئے۔“

شرف النبی میں لکھا ہے کہ:

”سردار عبد المطلب کے حضور ﷺ کے پاس پہنچنے سے پہلے وہاں ابو سعید ثقفی پہنچ کیونکہ وہ آگے جا رہے تھے۔ جب انہوں نے ایک بچہ کو ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا دیکھا تو پوچھا؟

”بیٹا آپ (ﷺ) کون ہیں؟“

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”ثقفی یہاں سے ہٹ جاؤ۔“

ثقة حضور اکرم ﷺ کے اس جرأۃ مندانہ حاضر جوابی سے بہت بھی زیادہ حیران ہوا۔

ابو سعید ثقفی نے دوبارہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا:

”مگر آپ (ﷺ) ہو کون؟“

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”میں سید عرب کا بیٹا ہوں میرا نام محمد (ﷺ) بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ کا یہ جواب سن کر ابو سعید ثقفی واپس پڑئے کہ

سردار عبدالمطلب کو اطلاع پہنچائیں۔

نخے حضورِ اکرم ﷺ کے ملنے پر سردار عبدالمطلب نے بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیئے اور آپ ﷺ کے ملنے کی خوشی میں بکریاں اور گائے ذبح کر کے اہل قریش کی ضیافت کی۔

حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جب سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے واپسی کی اجازت چاہی تو انہوں نے خوش ہو کر حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو قسم قسم کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور وہ خوش خوش اپنے قبیلہ کی جانب لوٹ گئیں۔

حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم ﷺ کو ان کے والدہ اور دادا کے حوالے کرنے کے بعد کے حالات بیان کرتی ہیں کہ:

”میں حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت سے فراغت کے بعد بھی ہمیشہ خوشحال اور فارغ البال رہی۔ میں ان نعمتوں کو بیان نہیں کر سکتی جو مجھے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمات کے سلے میں ملیں۔“

جب حضرت حمیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نخے حضورِ اکرم ﷺ کو حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ کر واپس اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہو گئیں تو اُم یمن رضی اللہ عنہا نے حضورِ اکرم ﷺ کی پرورش کے فرائض انجام دیئے۔ یہ اُم یمن حضرت عبد اللہ بن عبدالمطلب کی لونڈی تھیں اور وہ حضورِ اکرم ﷺ کو میراث میں ملی تھیں۔ آپ حضورِ اکرم ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں اور دن رات نخے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت گزاری اور خیبر گیری کیا کرتیں۔ ہر وقت آپ ﷺ کی دیکھ بھال کرتیں۔ موہب لدنیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُم یمن رضی اللہ عنہا کا حضورِ اکرم ﷺ کی دیکھ بھال و پرورش کی ذمہ داری کے فرائض انجام دینا حضرت سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد تھا۔

”اے گروہ قریش! اس بچے کو قتل کر دو!“:-

ابورحام سے مروی ہے:

”جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے دادا سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حوالے کر گئیں تو انہی دنوں میں ایک کاہن مکہ مکرمہ میں آیا۔ اس کاہن نے جب آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو وہ قریش کے گروہ سے کہنے لگا:

”اے گروہ قریش! اس بچے کو قتل کر دو۔ یہ تمہارے اندر تفرقی و انتشار پیدا کر دے گا اور تمہیں ہلاک کر دے گا۔“

یہ سن کر سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جلدی سے آپ ﷺ کو وہاں سے نکال لائے۔ کاہن کی یہ باتیں سن کر قریش ہمیشہ حضور اکرم ﷺ سے خوفزدہ رہتے تھے۔“

**نورانی ابردیکھنا:-**

ایک حدیث میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”جب حضور ﷺ کو لٹایا گیا تو میں نے ایک بہت بڑا نورانی ابر دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنے اور بازوؤں کے پھٹپڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنیں یہاں تک کہ اس ابر نے حضور ﷺ کو ڈھانپ لیا اور میری نظروں سے غائب ہو گئے اس وقت میں نے ایک منادی کو ندا کرتے سنا وہ کہہ رہا تھا حضور ﷺ کو زمین کے جملہ گوشوں میں پھراو اور جن والنس کی

روحوں پر گشت کراو، فرشتوں، پرندوں اور چندوں کو زیارت کراو اور ان کو حضرت آدم علیہ السلام کے اخلاق، حضرت شیعہ علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فضاحت، حضرت لوٹ علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی طاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کا لحن اور آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کا پیکر بناؤ اور تمام نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔“

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”اس کے بعد وہ ابر مجھ سے کھل گیا تو میں نے دیکھا کہ سبز ریشمی کپڑے میں حضور ﷺ خوب لپٹے ہوئے ہیں اور چشمہ کی مانند اس حریر سے پانی لپک رہا ہے اور کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ حضور ﷺ کو تمام دنیا پر کس شان سے بھیجا گیا۔

دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ ﷺ کی تابع فرمان نہ ہو۔ سب ہی کو آپ ﷺ کے قبضہ قدرت میں دیا گیا ہے پھر جب میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو میں نے دیکھا کہ گویا آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہیں اور آپ ﷺ کے جسم اطہر سے مشک و عنبر کی پیشیں آ رہی ہیں اور تین

شخص کھڑے ہیں ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتاب ہے، دوسرے کے ہاتھ میں بزر زمرد کا طشت ہے اور تیسرا کے ہاتھ میں سفید حریر ہے اس کے بعد انہوں نے ایک انگشتی نکالی جس سے دیکھنے والوں کی نظر جھپک گئیں۔ پھر اسے سات مرتبہ دھویا اور اس انگشت سے آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر کیا اور حریر میں لپیٹ کر اٹھا ملیا اور کچھ دیراپنے آغوش میں لے کر میرے سپرد کر دیا۔“

### حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات:-

حضور اقدس ﷺ کی عمر شریف جب چھ برس کی ہو گئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ ﷺ کے نھیاں بن نجار میں بن نجار میں رشته داروں کی ملاقات اور اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضور ﷺ کے والدہ ماجدہ کی باندی اُم ایمن بھی اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ وہاں پر حضرت آمنہ بی بی ﷺ نے تقریباً ایک ماہ قیام کیا۔ وہاں سے واپسی پر ”ابواء“ نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ ﷺ یا کار ہو گئیں اور مختصر سا قافلہ وہیں پر رک گیا۔

وقت آخر حضور اکرم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے سرہانے بیٹھے تھے، ماں نے اپنے جلیل القدر بیٹھے کو جی بھر کر دیکھا اور چند اشعار پڑھے جس کا ترجمہ کچھ اس طرح سے ہے کہ:

”اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تو اس شخص کا بیٹا ہے جس کا فدیہ ایک سوتیسی اوونٹ تھے۔“

”اے میرے نور نظر! میں نے تیری نبوت کا جو خواب دیکھا ہے،

اگر وہ سچا ہے تو یقیناً آپ ﷺ پوری کائنات کے لیے معموٹ  
ہوئے ہیں۔“

”اے میرے بیٹے! صاحبِ جلال و صاحبِ اکرام نے تجھے حلال  
و حرام میں تمیز کرنے اور اُسے نافذ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔“

”اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اللہ تعالیٰ نے تجھے بتوں سے دور  
رکھا، اور تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کا مطیع بنایا، تو حق کو  
باطل سے جدا کرنے کے لیے آیا۔“

بیٹے کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

”ایک دن ہر جاندار شے نے مر جانا ہے۔ ہر نئی شے کی قسمت  
میں پرانا ہونا لکھا ہے۔ ہر ایک کی منزل فنا ہے میں مر دوں گی لیکن  
میرا ذکر باقی رہے گا اس لیے کہ میں نے خیرِ عظیم کو بطور نشانی چھوڑا  
ہے میں نے ایک طیب و طاہر ﷺ کو جنم دیا ہے۔“

حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا ”ابواء“ نامی گاؤں میں ہی فوت ہوئی اور وہیں پر  
مدفون ہوئی۔ **إِنَّا إِلَهُ وَرَأَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**

حضرت اکرم ﷺ کے اوپر سے والد ماجد کا سایہ تو ولادت سے پہلے ہی اٹھ  
کا تھا اب والدہ ماجدہ کی آغوش شفقت کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ لیکن حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا  
بتشم جس آغوش رحمت میں پروش پا کر پروان چڑھنے والا ہے وہ ان سب  
بیت سے بے نیاز ہے۔



## دادا کے سائے تلے پرورش پانا

حضور اکرم ﷺ کے دادا سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا اصل نام ”شیبۃ الحمد“ تھا۔  
نہایت حسین و جمیل تھے۔ شاعر کہتا ہے:

علیٰ شیبۃ الحمد الذی کان وجهه

یضیبیٰ ظلام اللیل کالقمر البدری

”چودھویں رات کے چاند کی طرح شیبۃ الحمد کا چہرہ رات کی  
تاریکی کو روشن کرتا تھا۔“

عبدالمطلب کے لفظی معنی ”مطلوب کا غلام“ ہیں۔ ہاشم کے انتقال کے بعد  
عبدالمطلب کی والدہ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں اپنے میکہ بنی خزر جہی میں مقیم  
رہیں۔ جب حضرت عبدالمطلب ذرا بڑے ہو گئے تو ان کے چچا مطلب ان کو لینے کے  
لئے مکہ سے مدینہ آئے۔ جب ان کو لے کر واپس ہوئے تو مکہ میں داخل ہوتے وقت  
عبدالمطلب اپنے چچا مطلب کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے۔ شیبہ کے کپڑے میلے کھیلے اور  
گرد آلو د تھے اور چہرہ سے قسمی پیکتی تھی۔ لوگوں نے مطلب سے دریافت کیا کہ یہ کون  
ہے۔ مطلب نے حیا کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ یہ میرا غلام ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بھتیجا  
ایسے میلے کپڑوں میں کیوں ہے۔ اس نے عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔  
مطلوب نے مکہ پہنچ کر بھتیجے کو عمدہ لباس پہنایا اور اس وقت ظاہر کیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔

ابن سعد، طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین و حمیل، سب سے زیادہ قوی اور جسم، سب سے زیادہ بردبار اور حلیم، سب سے زیادہ سخنی اور کریم، اور سب سے زیادہ شر اور فتنہ سے دور بھاگنے والے تھے اور قریش کے مسلم ہمدردار تھے۔

عبدالمطلب کا جودو کرم اپنے باپ ہاشم سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ عبدالمطلب کی مہمان نوازی انسانوں سے گزر کر چرند اور پرند تک پہنچ گئی تھی۔ اسی وجہ سے عرب کے لوگ ان کو فیاض اور مطعم طیر السماء (آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو خاص طور پر فقراء اور مساکین کو کھانا کھلاتے۔ غار حرا میں سب سے پہلے خلوت و عزلت عبدالمطلب ہی نے کی۔ (زرقانی، ج: صفحہ ۱۷)

### چاہ زم زم اور عبدالمطلب کا خواب:-

قبیلہ جرہم کا اصلی وطن یمن تھا۔ مشیت ایزدی سے یمن میں قحط پڑا۔ اس وجہ سے بنی جرہم معاش کی تلاش میں نکلے۔ اتفاق سے اشنا راہ میں اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام سے چاہ زم زم کے قریب ملاقات ہو گئی۔ بنو جرہم کو یہ جگہ پسند آئی اور اسی جگہ قیام پذیر ہو گئے اور پھر بعد چندے اسمعیل علیہ السلام کی شادی اسی قبیلہ میں ہوئی اور نبی ہونے کے بعد عمالقة جرہم اور اہل یمن کی طرف مبعوث ہوئے۔ ایک سوتیس سال کی عمر میں آپ علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ حطیم میں اپنی والدہ ماجدہ کے قریب مدفون ہوئے۔ اسمعیل علیہ السلام کے وصال کے بعد حسپ وصیت ان کے بیٹے قیدار خانہ کعبہ کے متولی ہوئے۔ اسی طرح بنو اسمعیل خانہ کعبہ کے متولی ہوتے رہے۔ مرور زمانہ کے بعد بنو اسمعیل اور بنو جرہم میں منازعہ اور مخاصمت کی نوبت آئی۔ بالآخر بنی جرہم

غالب آگئے اور مکہ میں جہنم کی حکومت قائم ہو گئی۔ چند روز کے بعد جہنم کے حکام لوگوں پر ظلم و ستم ڈھانے لگے۔ یہاں تک ظلم کیا کہ اولادِ اسماعیل مکہ کے اطراف و جوانب میں آباد ہو گئی۔ جہنم کا جب ظلم و ستم و فسق و فجور اور بیت اللہ کی بے حرمتی حد سے گزر گئی تو ہر طرف سے قبائل عرب مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مجبوراً قبیلہ جہنم کو مکہ سے نکلنا اور بھاگنا پڑا۔ لیکن جس وقت مکہ سے نکلنے لگے تو خانہ کعبہ کی چیزوں کو بیر زم زم میں دفن کر گئے اور بیر زم زم کو اس طرح بند کر گئے کہ زمین کے ہموار ہو گیا اور زم زم کا نشان بھی نہ رہا۔ بنی جہنم کے چلے جانے کے بعد اس اسماعیل مکہ میں واپس آگئے اور آباد ہو گئے مگر بیر زم زم کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ مرور زمانہ سے اس کا نشان بھی نہ رہا یہاں تک کہ جب مکہ کی حکومت اور سرداری عبدالمطلب کے قبضہ میں آئی اور ارادہ خداوندی اس جانب متوجہ ہوا کہ چاہ زم زم جو عرصہ سے بند اور بے نام و نشان پڑا ہے اس کو ظاہر کیا جائے تو رویائے صالحہ یعنی پچھے خواب کے ذریعہ سے عبدالمطلب کو اس جگہ کے کھودنے کا حکم دیا گیا اور اس جگہ کے نشانات اور علامات خواب میں بتائے گئے۔ چنانچہ عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں حطیم میں سورہاتھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھ سے خواب میں یہ کہا احفربرہ ”برہ کو کھودو میں نے دریافت کیا و ما برہ برہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا اگلے روز پھر اسی جگہ سورہاتھا کہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے احفر المضنوة مفشوہ کو کھودو۔ میں نے دریافت کیا و ما المضنوة مفشوہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ تیرے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا تھا احفر طیبہ طیبہ کو کھودو۔ میں نے کہا و ما طیبہ طیبہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ چوتھے روز پھر اسی جگہ یہ خواب دیکھا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے احفر زم زم زم زم کو کھودو“ میں نے کہا و ما زم زم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔

”وہ پانی کا ایک کنوں ہے کہ جس کا پانی نہ کبھی ٹوٹتا ہے اور نہ کبھی

کم ہوتا ہے۔ بے شمار حجاج کو سیراب کرتا ہے۔“

اور پھر اس جگہ کے کچھ نشانات اور علامات بتلائے کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس طرح بار بار دیکھنے اور نشانات کے بتلانے سے عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ یہ سچا خواب ہے یعنی رویائے صادقہ ہے۔

عبدالمطلب نے قریش سے اپنا خواب ذکر کیا اور کہا کہ میرا ارادہ اس جگہ کو کھونے کا ہے۔ قریش نے کھونے کی مخالفت کی مگر عبدالمطلب نے مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی اور کdal اور پھاواڑہ لے کر اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے اور نشان کے مطابق کھونا شروع کر دیا۔ عبدالمطلب کھونتے جاتے تھے اور حارث مٹی اٹھا کر پھینکتے جاتے تھے۔ تین روز کے بعد ایک من ظاہر ہوئی۔ عبدالمطلب نے فرط مسرت سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور یہ کہا۔

”یہی اسماعیل علیہ السلام کا کنوں ہے۔“

اس کے بعد عبدالمطلب نے چاہ زمزم کے قریب کچھ حوض تیار کرائے جن میں آب زمزم بھر کر حاجیوں کو پلاتے۔ چند حاسدوں نے یہ شرارت شروع کی کہ شب میں ان حوضوں کو خراب کر جاتے۔ جب صحیح ہوتی تو عبدالمطلب ان کو درست کرتے۔ گھبرا کر اس بارے میں اللہ سے دعا مانگی اس وقت ان کو خواب میں یہ بتایا گیا کہ تم یہ دعا مانگو۔

”اے اللہ میں اس زمزم سے لوگوں کو غسل کرنے کی اجازت نہیں

دیتا صرف پینے کی اجازت ہے۔“

صحیح اٹھتے ہی عبدالمطلب نے اس کا علان کر دیا۔ اس کے بعد جس کسی نے حوض کے خراب کرنے کا ارادہ کیا وہ ضرور کسی بیکاری میں بتلا ہوا۔ جب بار بار اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوئے تو حاسدوں نے عبدالمطلب کے حوضوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیا۔

## عبدالمطلب کی نذر:-

چاہ زمزم کے کھوئتے وقت عبدالمطلب کا سوائے اکلوتے بیٹے حارث کے اور کوئی یار و مددگار نہ تھا اس لئے منت مانی کہ اگر حق تعالیٰ مجھ کو دس بیٹے عطا فرمائے جو جوان ہو کر میرے دست و بازو بنیں تو ایک فرزند کو اللہ کے نام پر ذبح کروں۔

جب اللہ نے ان کی یہ تمنا اور آرزو پوری کی اور دس بیٹے پورے ہو گئے تو ایک رات خانہ کعبہ کے سامنے سور ہے تھے تو خواب میں یہ دیکھا کہ ایک شخص یہ کہہ رہا ہے۔

یا عبدالمطلب او ف بنذرک لرب هذا البيت

”اے عبدالمطلب اس نذر کو پورا کیجئے جو آپ نے اس گھر کے مالک کے لئے مانی تھی۔“

عبدالمطلب خواب سے بیدار ہوئے اور سب بیٹوں کو جمع کیا اور اپنی نذر اور خواب کی خبر دی۔ سب نے یک زبان ہو کر یہ کہا:

او ف بنذرک وافع ل ما شنت

”آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں کریں۔“

عبدالمطلب نے سب بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا۔ حسن اتفاق سے قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام پر نکلا جن کو عبدالمطلب سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ عبد اللہ کا ہاتھ پکڑ کر ندیع یعنی قربان گاہ کی طرف چلے اور چھری ساتھ تھی۔ حضرت عبد اللہ کی بہنیں یہ دیکھ کر رو نے لگیں اور ان میں سے ایک بہن نے یہ کہا کہ اے باپ آپ دس اونٹوں اور عبد اللہ میں قرعہ ڈال کر دیجئے اگر قرعہ اونٹوں کے نام پر نکل آئے تو دس اونٹوں کی قربانی کر دیجئے اور ہمارے بھائی عبد اللہ کو چھوڑ دیجئے اور اس وقت دس اونٹ ایک آدمی کی دیت اور خون بہا ہوتے تھے۔ قرعہ جو ڈالا گیا تو اتفاق سے حضرت عبد اللہ کے ہی نام پر نکلا۔ عبدالمطلب دس دس اونٹ زیادہ کر کے قرعہ ڈالتے جاتے تھے

مگر قرعہ عبد اللہ ہی کے نام پر نکلتا تھا۔ یہاں تک کہ سو اونٹ پورے کر کے قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا۔ اس وقت عبدالمطلب اور تمام حاضرین نے اللہ اکبر کہا۔ بہنیں اپنے بھائی عبد اللہ کو اٹھا لائیں اور عبدالمطلب نے وہ سو اونٹ صفا اور مروہ کے مابین نحر کئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اول دیت کی مقدار دس اونٹ تھی۔ سب سے پہلے عبدالمطلب نے قریش اور تمام عرب میں یہ سنت جاری کی کہ ایک آدمی کی دیت سو اونٹ ہیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔ اسی واقعہ کے بعد حضرت عبد اللہ ذبح کے لقب سے موسوم ہوئے اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو ابن الذیحین کہتے ہیں یعنی دو ذبح کے فرزند۔

حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار آخر خضرت ﷺ کی خدمت با برکت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آپ ﷺ کو ان لفظوں سے خطاب کیا ”یا ابن الذیحین“، آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ حضرت معاویہ جب اس حدیث کی روایت سے فارغ ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ وہ دو ذبح کون ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ کا یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ ایک عبد اللہ دوسرے حضرت اسماعیل۔ (رواہ الحاکم و ابن جریر)  
واقعہ اصحابِ فیل:-

حضرت پر نور ﷺ کی ولادت سے پچاس یا پچپن روز قبل اصحابِ فیل کا واقعہ پیش آیا جو سیرت اور تاریخ میں معروف و مشہور ہے اور قرآن کریم میں اس کے بارے میں ایک خاص سورت نازل ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ نجاشی شاہ جہشہ کی جانب سے یمن کا حاکم ابڑہ نامی تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ تمام عرب کے لوگ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں، تو اس نے یہ چاہا کہ عیسائی مذہب

کے نام پر ایک عالیشان عمارت بناؤں جو نہایت مکلف اور مرصع ہو۔ تاکہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پر تکلف کعبہ کا طواف کرنے لگیں۔ چنانچہ یمن کے دارالسلطنت مقام صنعاء میں ایک نہایت خوبصورت گرجا بنایا۔ عرب میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو قبیلہ کنانہ کا کوئی آدمی وہاں آیا اور پاخانہ کر کے بھاگ گیا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عرب کے نوجوانوں نے اس کے قرب وجوار میں آگ جلائی ہوئی تھی، ہوا سے اڑ کر اس گرجا میں لگ گئی اور گرجا جل کر خاک ہو گیا۔ ابرہہ نے غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور مسماں کر کے سانس لوں گا۔ اسی ارادہ سے مکہ پر فوج کشی کی۔ راستہ میں جس عرب کے قبیلہ نے مزاحمت کی اس کو تباہ کیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچا۔ لشکر اور ہاتھی بھی ہمراہ تھے۔ اطراف مکہ میں اہل مکہ کے مویشی چہتے تھے، ابرہہ کے لشکرنے یہ مویشی پکڑے جن میں دوسراونٹ حضور ﷺ کے جدا مجدد عبدالمطلب کے بھی تھے۔ اس وقت قریش کے سردار اور خانہ کعبہ کے متولی عبدالمطلب تھے۔ جب ان کو ابرہہ کی خبر ہوئی تو قریش کو جمع کر کے کہا کہ گھبراو میت مکہ کو خالی کر دو۔ خانہ کعبہ کو کوئی منہدم نہیں کر سکتا یہ اللہ کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ بعد ازاں عبدالمطلب چند روساء قریش کو لے کر ابرہہ سے ملنے گئے۔ اندر اطلاع کرائی۔ ابرہہ نے عبدالمطلب کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ حق جل شانہ نے عبدالمطلب کو بے مثال حسن و جمال، عجیب عظمت و ہیبت اور وقار و دبدبہ عطا فرمایا تھا جس کو دیکھ کر ہر شخص مرعوب ہو جاتا تھا۔ ابرہہ، عبدالمطلب کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور نہایت احترام اور اکرام کے ساتھ پیش آیا۔ یہ تو مناسب نہ سمجھا کہ کسی کو اپنے تخت پر اپنے برابر بھلانے البتہ ان کے اعزاز و اکرم میں یہ کیا کہ خود تخت سے اتر کر فرش پر ان کو اپنے ساتھ بھلایا۔ اثناء گفتگو میں عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے متعجب ہو کر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے مجھ سے اپنے اونٹوں کے

بارے میں کلام کیا اور خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آبا اجداد کا دین اور مذہب ہے اس کے بارہ میں تم نے کوئی حرف نہیں کہا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا:

انا رب الابل وللبیت رب سمینعه

”میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے میں نے اونٹوں کا سوال کیا

اور کعبہ کا خدا مالک ہے وہ خود اپنے گھر کو بچائے گا۔“

ابوہے نے کچھ سکوت کے بعد عبدالمطلب کے اونٹوں کو واپس کرنے کا حکم دیا۔ عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر واپس آگئے اور قریش کو حکم دیا کہ مکہ خالی کر دیں اور تمام اونٹوں کو خانہ کعبہ کی نذر کر دیا اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر خانہ کعبہ کے دروازے پر حاضر ہوئے کہ سب گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ عبدالمطلب نے اس وقت یہ دعا یہ اشعار پڑھے جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ:

”اے اللہ بندہ اپنی جگہ کی حفاظت کرتا ہے پس تو اپنی مکان کی  
حفاظت فرم۔ اور اہل صلیب اور صلیب کے پرستاروں کے مقابلہ  
میں اپنے اہل کی مدد فرم۔ ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر  
پر کبھی غالب نہیں آ سکتی۔ لشکر اور ہاتھی چڑھا کر لاۓ ہیں تاکہ  
تیرے عیال کو قید کریں۔ تیرے حرم کی بربادی کا قصد کر کے آئے  
ہیں جہالت کی بناء پر یہ قصد کیا ہے تیری عظمت اور جلال کا خیال  
نہیں کیا۔“

عبدالمطلب دعا سے فارغ ہو کر مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابوہے اپنا لشکر لے کر خانہ کعبہ کے گرانے کے لئے بڑھا۔ یہاں کیک بحکمِ خداوندی چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول نظر آئے۔ ہر ایک کی چوچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں جو دفعہ لشکر پر برنسے لگیں۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکریاں گولی کا کام

دے رہی تھیں۔ سر پر گرتی تھیں اور نیچے نکل جاتی تھیں۔ جس پر وہ کنکری گرتی تھی وہ ختم ہو جاتا تھا، غرض یہ کہ اس طرح ابرہم کا لشکر تباہ اور بر باد ہوا۔ ابرہم کے بدن پر چیپ کے دانے نمودار ہوئے جس سے اس کا تمام بدن سڑ گیا اور بدن سے پیپ اور لہو ہبھنے لگا۔ یکے بعد دیگرے ایک ایک عضو اس کا کٹ کٹ کر گرتا جاتا تھا بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا۔ جب سب مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سیلا بھیجا جو سب کو بہنا کر دیا میں لے گیا۔

فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين

ابرہم کی لشکر کشی اور پھر اس کی تباہی اور بر بادی کا یہ واقعہ ماہ محرم الحرام میں پیش آیا جبکہ حضور ﷺ کی ولادت با سعادت کا زمانہ بالکل قریب آپ کا تھا۔ اس زمانہ میں جو اس قسم کے خوارق ظاہر ہوئے وہ سب آپ ﷺ کی نبوت کے ارہادات یعنی علامات اور نشانات تھے۔ اس واقعہ کے پچاس یا پچپن روز بعد حضور ﷺ کی ولادت با سعادت ظہور میں آئی۔

کعبہ کو بر گزیدی ملنا:-

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ کے پاس تھا جب آدمی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ:

”کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا اور اس سے تکبر کی آواز آئی کہ

الله اکبر اللہ اکبر رب محمد المصطفیٰ الآن قد طهرتی

ربی من انegas الاصنام دار جاس المشرکین

الله بلند و بالا ہے اللہ بلند و بالا ہے وہ رب ہے محمد مصطفیٰ کا اب

مجھے میرا رب بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک

فرمائے گا اور رغیب سے آواز آئی رب کعبہ کی قسم، کعبہ کو برگزیدگی ملی خبردار ہو جاؤ کعبہ کو ان کا قبلہ، ان کا مسکن شہر ایا اور وہ بت جو کعبہ کے گرد اگر دنصب تھے ملکڑے ملکڑے ہو گئے اور سب سے بڑا بت جسے ہبہ کہتے تھے منہ کے بل گر پڑا تھا۔ ندا آئی کہ سیدہ آمنہ سے محمد مصطفیٰ پیدا ہو گئے اور ابراہیم کی رحمت ان پر اتر آیا ہے۔

### عبدالمطلب کی کفالت:-

اس چھوٹے سے بچہ پر نہ جانے کیا گزری ہوگی اس کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی کا پہلا سانحہ تھا اور تھا بھی بہت سخت یعنی کہ پر دلیں میں ماں کی ابدی جدائی۔

حضرت اکرم ﷺ کو اپنی والدہ مبارکہ کی قبر مبارک یاد تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت اکرم ﷺ کا ”ابواء“ کے مقام سے گزر ہوا تو انہوں نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی۔“

آپ ﷺ نے اپنی ماں کی قبر مبارک کو درست فرمایا اور اس موقع پر بے اختیار آپ ﷺ رونے لگے۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رونے لگیں اور پھر انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

”آپ ﷺ نے تو ہمیں رونے سے منع فرمایا تھا۔“

اس پر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ نے ارشاد فرمایا:

”ان کی متابع یاد آگئی اور میں رو دیا۔“

ام یمن میری والدہ ہیں:-

ام یمن نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا اور آپ ﷺ کی حفاظت و پرورش کے فرائض سرانجام دیئے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ: ”میں نے کبھی بھی حضور اکرم ﷺ کو بھوک و پیاس کی شکایت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب صبح ہوتی تو ایک زمزم کا پیالہ نوش فرماتے اور شام تک کچھ طلب نہ فرماتے اور اکثر ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت کھانے کے لئے غرض کیا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔“

حضور اکرم ﷺ کثیر صحابہ کرام ہی انہیں سے فرمایا کرتے تھے کہ: ”یہ خاتون (ام یمن) میری والدہ کے بعد میری والدہ ہیں۔“

اعتقادِ عبدالمطلب:-

حضرت بی بی آمنہ ؓ کی وفات کے بعد حضرت اُم ایمن آپ ﷺ کو مکرمہ لائیں اور آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کیا اور دادا نے آپ ﷺ کو اپنے آغوش تربیت میں لے لیا۔ جس سال حضور اکرم ﷺ کی کفالت کی ذمہ داری آپ ﷺ کے دادا نے اٹھائی اُسی سال آپ ﷺ شدید قسم کے آشوب چشم میں بتلا ہوئے تو آپ ﷺ کے دادا نے بڑی توجہ سے علاج کروایا مگر کچھ خاص قسم کا افاقہ نہ ہوا۔ ایک عیسائی خانقاہ کے راہب جو عکاظ میں رہتے تھے ان کو دکھلایا۔

مختلف روایتوں سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ سردار عبدالمطلب ؓ کو بڑا یقین تھا کہ میرے بیٹے عبد اللہ ؓ اور آمنہ بی بی ؓ کا جگر گوشہ بڑا نام پانے والا

ہے۔ بنی مدح کی ایک جماعت سردار مکہ سے ملنے آئی، یہ لوگ کھوجی اور قیافہ شناس تھے انہوں نے آپ ﷺ کا نقش کف پادیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش پا (جو مصلیٰ ابراہیم کہلاتا ہے) کے مشابہ پایا، انہوں نے عبدالمطلب سے کہا:

”اس بچے کی خاص طور پر حفاظت اور نگرانی کریں۔“

ان کے جواب پر آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ ﷺ کے حقیقی بچا حضرت ابوطالب سے کہا کہ:

”اس بات کو غور سے سن لیں۔“

سردار عبدالمطلب جب بھی کبھی خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو خانہ کعبہ کے سایہ میں آپ کے لئے ایک خاص فرش بچھایا جاتا۔ کسی کی اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ اس پر قدم رکھ سکے حتیٰ کہ عبدالمطلب کی اولاد بھی اس مند پر قدم نہ دھرتے بلکہ اس فرش کے ارد گرد حاشیہ اور کنارے پر بیٹھتی مگر آپ ﷺ جو اس وقت سنِ شعور کی منزل پر پہنچ چکے تھے جب بھی وہاں پر تشریف لاتے تو بے تکلف مند پر بیٹھ جاتے۔ آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو وہاں سے اٹھانے کی کوشش کرتے تو عبدالمطلب کمال شفقت سے یہ فرماتے کہ:

”میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو، خدا کی قسم! اس کی شان ہی کچھ نہیں ہوگی۔“

پھر بلا کر اپنے پاس بٹھاتے اور آپ ﷺ کو دیکھ کر مسرور ہوتے۔

**اے اللہ! میرے سوار محمد (ﷺ) کو واپس بھیج:-**

سیرۃ ابن ہشام، عیون الالاث اور مہدرک حاکم میں کندیر بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں اسلام سے قبل حج کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا، دیکھا کہ ایک شخص طواف میں مصروف ہے اور یہ شعر اس کی زبان پر ہے۔

رد الی راکبی محمد

یا رب رده و اصطنع عندی یدا

”اے اللہ تعالیٰ! میرے سوار محمد (ﷺ) کو واپس بھیج اور مجھ پر  
عظیم الشان احسان فرم۔“

میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ:

”یہ کون ہے؟“

لوگوں نے کہا کہ:

”یہ شخص سردار قریش عبدالمطلب ہیں۔ اپنے پوتے کو گمشدہ اونٹ  
کی تلاش میں بھیجا ہے۔ کیونکہ ان کو جس کام کے لئے سمجھتے ہیں  
اس میں ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کو گئے ہوئے دیر ہو  
گئی ہے اس لئے سردار عبدالمطلب بے چین ہو کر یہ شعر پڑھ  
رہے ہیں۔“

سردار عبدالمطلب بہت ہی زیادہ پریشان تھے اور پریشانی کی وجہ سے ادھر  
ادھر چکر لگا رہے تھے کہ کمن بچے کو پہاڑوں کی طرف اسکیلے بھیج دیا۔

کچھ دیر نہ گزری کہ آپ ﷺ واپس آگئے اور اونٹ آپ ﷺ کے  
ہمراہ تھا۔ یہ دیکھتے ہی عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو گلے لگالیا اور یہ کہا کہ:  
”بیٹا میں تمہاری وجہ سے بے حد پریشان تھا۔ اب کبھی تم کو اپنے  
سے جدا نہ ہونے دوں گا۔“

حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت شرط مسلم پر ہے اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی  
اس کا شرط مسلم پر ہونا تسلیم کیا ہے۔

## بہت زیادہ عظمتوں والے:-

جس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک سات برس کی تھی تو یہودیوں نے آپس میں کہا:

”ہم نے تو اپنی کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ حرام اور مشتبہ غذاوں کو پغمبر ہرگز استعمال نہیں کرتے لہذا اب وقت ہے کہ ہم ان کا امتحان لے لیں۔“

چنانچہ انہوں نے ایک چوری کا مرغ منگوایا اور اُسے پکایا اور سب کو دعوت دی۔ سب نے اُسے کھایا مگر حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

یہودیوں نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”یہ حرام ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے حرام چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے۔“

اس کے بعد یہودیوں نے آپ ﷺ کا ایک اور امتحان لینے کے لیے اپنے پڑوی کا مرغ پکڑ لیا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ:

”یہ غذا مشتبہ ہے۔“

اس کے بعد یہودیوں نے کہا:

”اس کی قیمت بعد میں ادا کر دیں گے۔“

اس کھانے کو بھی سب نے بڑے شوق سے کھایا مگر حضور اکرم ﷺ نے پھر اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھایا۔ یہودیوں نے جب دوبارہ اس کا سبب دریافت کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”یہ غذا مشتبہ ہے۔“

اس کے بعد یہودیوں نے کہا:

”یہ بچہ بڑی عظمتوں کا مالک ہے اور اس کی شان نرالی ہے۔“

اس دعوت میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے وہ گوشت آیا تھا جو کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے سے منع کر دیا۔  
دستر خوان:-

سردار عبدالمطلب اپنے پوتے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے اور اپنے سب بیٹوں سے زیادہ آپ ﷺ کو پیار کرتے اور شفقت فرماتے تھے۔ سردار عبدالمطلب آپ ﷺ کے ساتھ نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے۔ خلوت و جلوت کے تمام اوقات میں حضور اکرم ﷺ اپنے دادا حضور کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور ان کی مند پر بھی بیٹھ جایا کرتے تھے۔

سردار عبدالمطلب حضور اکرم ﷺ کے بغیر دستر خوان نہیں بچھاتے تھے اور اس وقت تک کھانا بھی نہیں کھاتے تھے جب تک کہ حضور اکرم ﷺ اس میں شامل نہ ہو جائیں اور کبھی کبھی کھانا کھاتے وقت حضور اکرم ﷺ کو اپنی گود میں بھی بٹھایتے تھے۔

### اسرافیل علیہ السلام کی خدمت:-

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے جبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نگہبانی اور حفاظت کے لیے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو مامور فرمایا:  
مجدد الدین فیروز آبادی کے بقول:

”صاحب صراط مستقیم کے حضرت اسرافیل علیہ السلام حیات پاک ﷺ کے ساتویں برس سے گیارہویں برس تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہے، اور اس دوران آپ ﷺ کے سامنے ظاہر بھی

ہوتے۔“

### اللہ کی قسم میرا پوتا بڑی شان والا ہے:-

سردار عبدالمطلب جب بھی کعبہ میں تشریف لے جاتے تو کعبہ کے سایہ میں اُن کے لیے مندگائی جاتی اور وہاں پر جب بھی حضور اکرم ﷺ دادا سے ملنے کے لیے آتے تو اُن کی مند پر تشریف رکھتے۔ سردار عبدالمطلب بھی حضور اکرم ﷺ سے بڑی محبت و شفقت کے ساتھ پیش آتے اور اپنے پاس ہی جگہ دیتے حالانکہ اُس مند میں کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ سردار عبدالمطلب کے بیٹوں میں بھی اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ اُس جگہ پر بیٹھیں بلکہ اس جگہ کے ارد گرد تشریف رکھتے۔

اگر سردار عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے کوئی یعنی آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے کوئی آپ ﷺ کو وہاں سے اٹھانے کی کوشش کرتے تو سردار عبدالمطلب فرماتے:

”میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اُس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔“

پھر آپ ﷺ کو اپنے پاس بٹھایتے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور جو بھی آپ ﷺ کرتے اُسے دیکھ کر خوش ہوتے۔

ایک بار کسی نے آپ ﷺ کو روکا تو سردار عبدالمطلب نے کہا:

”میرے بیٹے کو میرے پاس بلاو کہ وہ اس پر تشریف رکھیں کیونکہ میں خود ان کے لیے بزرگی اور شرف محسوس کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کو وہ شرف حاصل ہوگا جونہ کسی عربی کو پہلے ملا اور نہ آئندہ ملے گا۔“

## بارش کے لیے قبولیت دعا:-

حضرت رقیہ بنت ابی صفیؓ فرماتی ہیں کہ:

”کچھ عرصہ سے قریش میں بہت زیادہ قحط پڑ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ سب تنگی میں بتلا تھے، زمین پر گھاس نہ اگتی تھی اور سارے جانور کمزور ہو رہے تھے، میں نے اس زمانہ میں خواب دیکھا اور خواب میں ہاتھ غیبی کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا کہ:

”اے گروہ قریش! تم میں آخر الزمان حضرت محمد مصطفیؓ پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کے نکلنے کا وقت ہے، وہ تمہارے لئے زندگی اور شادابی لائیں گے، تو ایسے شخص کو دیکھو جو تم میں بزرگ، بلند قامت، ستواں ناک والا، خوش رو، لانبی پلکوں والا اور حقائق افتخار حسب والا ہو، وہ اپنے بیٹے کو اور تم اپنے بیٹوں کو لے کر نکلو اور ہر وادی سے ایک شخص خوشبو لگا کر نکلے اور کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کوہ ابو قیس پر جاؤ اور وہاں پر جا کر وہ شخص دعا کریں اور تم سب آمین کہو تو بارش ہو جائے گی اور تمہاری زندگی سنور جائے گی۔“

حضرت رقیہ بنت ابی صفیؓ کہتی ہیں:

جب میں نے اپنا یہ خواب سب کو سنایا تو میرا خواب سن کر ہر شخص پکارا اٹھا:

”خواب میں جونشانیاں بتائی گئی ہیں وہ ساری تو سردار عبدالمطلب میں پائی جاتی ہیں۔“

سب لوگوں نے خواب کے مطابق عمل کیا اور حضرت عبدالمطلب نے ننھے حضور ﷺ کو دوش مبارک پر بھایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ ﷺ کے توسط سے

دعا فرمائی۔

راوی کا بیان ہے:

”اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی لوگ پہاڑ سے نیچے بھی نہیں اترنے پائے تھے کہ ایک بادل بیت اللہ کی طرف سے اٹھا اور اتنا زیادہ برسا کہ سب نالے بہہ نکلے۔“

سب لوگوں نے مل کر کہا:

”دیبطھا کے سردار مبارک ہو۔“

یہ بارش ہر جگہ ہوئی مگر دو شہروں قیس اور مضر میں نہ ہوئی۔ ان شہروں کے رہنے والے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ:

”ہم سب سردار عبدالمطلب کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور ان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔“

چنانچہ یہ سب لوگ مکہ مکرمہ میں آئے اور سردار عبدالمطلب سے ملاقات کرنے کے بعد ان سے دعا کی درخواست کی۔

سردار عبدالمطلب نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے کہا:

”میں نے تم لوگوں کی بات سن لی ہے اور اسے قبول بھی کر لیا ہے اور تمہارے ساتھ میں کل کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کل بارش ہوگی۔“

جب صبح ہوئی تو سردار عبدالمطلب وہاں پر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے۔ سردار عبدالمطلب کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اپنے بیٹوں کو لائے تھے۔ سردار عبدالمطلب جب اپنی سیٹ پر بیٹھے تو اپنی گود میں اپنے پیارے پوتے حضور اکرم ﷺ کو بھی بٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان علاقوں کے لیے بارش کی

ڈعا کی۔ ابھی آپ ڈعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔

عبدالمطلب نے ان دونوں شہروں کے لوگوں سے کہا:

”اے قیس و قضر کے گروہ! واپس اپنے علاقوں میں تشریف لائے جاؤ کہ وہاں پر بارش شروع ہو گئی ہے۔“

جب وہ گروہ واپس اپنے علاقہ پر پہنچ تو وہاں پر بارش ہو رہی تھی۔

لعاد دہن سے آنکھیں اچھی ہونا:-

جب حضور اکرم ﷺ سردار عبدالمطلب کے زیر سایہ محبت و شفقت پا رہے تھے تو آپ ﷺ کی آنکھیں دکھنے لگیں۔

ابن جوزی کے مطابق:-

”اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک سات برس تھی۔ آنکھیں دکھنے پر مکہ میں علاج کروایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ لوگوں نے عبدالمطلب کی خدمت میں عرض کیا:

”عکاظ کے قریب ایک کہن سال تجربہ کار، جہاندیدہ اور شب زندہ دار را ہب رہتا ہے، آپ ان سے اپنے پوتے کا علاج پوچھیں، یہ را ہب علاج چشم کے لیے بہت مشہور ہے۔“

سردار عبدالمطلب اپنے پوتے کو اپنی گود میں لے کر عکاظ کی طرف چل پڑے، شام کے وقت وہاں پر پہنچے۔ لوگوں سے را ہب کا پتا دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ایک ایک سال تک اپنے مکان میں بند رہتا ہے اور عبادت کرتا ہے، جب سردار عبدالمطلب حضور اکرم ﷺ کو اٹھائے ہوئے اُس را ہب کے مکان میں پہنچے تو آپ نے واقعی مکان کو بند پایا لیکن کچھ ہی وقت گز را ہب کے را ہب گھبرا یا ہوا باہر نکلا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

سردار عبدالمطلب کو دیکھ کر ان کے پاس آیا اور حضور اکرم ﷺ کو بڑی غور سے دیکھنے لگا اور کچھ دیر دیکھنے کے بعد سردار عبدالمطلب سے پوچھنے لگا:

”یہ کس کے فرزند ہیں؟“

سردار عبدالمطلب نے جواب دیا کہ:

”یہ میرا سب سے پیارا پوتا ہے۔ ان کی آنکھیں دکھتی ہے اُس کے علاج کے لیے میں آپ کے پاس تشریف لا یا ہوں۔“

اس پر راہب نے کہا:

”آپ اپنے نورِ چشم کو لے کر ایسے شخص کے پاس آئے ہیں جو خود طالبِ علاج ہے۔ آپ ان ﷺ کی شان و عظمت سے واقف نہیں ہیں، یہ خود جہاں بھر کے طبیب ہیں اور ان کا دہن مبارک خود چشمہ شفا ہے۔ آپ انہی (حضرت اکرم ﷺ) کا دہن مبارک ان کی آنکھوں پر لگائیے پھر ان کے مجزانہ اثرات کو دیکھئے۔ میری طرف سے آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے خاندان میں ایسی جلیل القدر اور معزز ہستی پیدا ہوئی ہے جس کی انقلاب آفرین صدائے مشرق و مغرب گونج اٹھیں گے، اور دین و دنیا کی برکتیں جس کے قدموں میں خاک لوٹیں گی۔ اس بچے کا خاص طور پر خیال رکھیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کو دنیا میں ایک عظیم الشان کام کے لیے بھیجا ہے یعنی کہ جو کام سابق انبیاء ﷺ نے انجام دیتے تھے۔“

اس کے علاوہ راہب نے مزید کہا:

”جب آپ اپنے پوتے کے ساتھ میرے مکان میں تشریف

لائے تو میں عبادت میں مصروف تھا کہ اچانک میرے مکان میں  
زلزلہ آنے لگے اور میں گھبرا کر باہر نکل آیا۔ اگر میں باہر نہ نکلتا تو  
شاید چھٹ کے نیچے دب کر مر جاتا۔ یہ واقعہ ان کی حیرت انگیز  
بزرگی کا ایک ادنیٰ ساکر شمہ ہے۔“

سردار عبدالمطلب حضور اکرم ﷺ کو لے کر واپس تشریف لائے اور آپ  
مشنیعہ کا دہن مبارک آپ مشنیعہ کے آنکھوں پر لگایا تو آپ مشنیعہ کی آنکھیں اچھی  
ہو گئیں۔



## حضرت ﷺ کی دعائیں

حضرت ﷺ کی برکت سے بارش کا برسنا:-

حضرت رقیہ بنت ابی صفی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”کچھ عرصہ سے قریش میں بہت زیادہ تحط پڑ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ سب تنگی میں بستا تھے، زمین پر گھاس نہ آگئی تھی اور سارے جانور کمزور ہو رہے تھے، میں نے اس زمانہ میں خواب دیکھا اور خواب میں ہاتھ غیبی کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا کہ:

”اے گروہ قریش! تم میں آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کے نکلنے کا وقت ہے، وہ تمہارے لئے زندگی اور شادابی لا سیں گے، تو ایسے شخص کو دیکھو جو تم میں بزرگ، بلند قامت، ستواں ناک والا، خوش رو، لانبی پلکوں والا اور حقائق افتخار حسب والا ہو، وہ اپنے بیٹے کو اور تم اپنے بیٹوں کو لے کر نکلو اور ہر وادی سے ایک شخص خوشبو لگا کر نکلے اور کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کوہ ابو قیس پر جاؤ اور وہاں پر جا کر وہ شخص دعا کریں اور تم سب آمین کہو تو بارش ہو جائے گی اور تمہاری زندگی سنور جائے گی۔“

حضرت رقیہ بنت ابی صفری خلیفہ کہتی ہیں:  
 جب میں نے اپنا یہ خواب سب کو سنایا تو میرا خواب سن کر ہر شخص پکارا اٹھا:  
 ”خواب میں جونشانیاں بتائی گئی ہیں وہ ساری تو سردار عبدالمطلب  
 میں پائی جاتی ہیں۔“

سب لوگوں نے خواب کے مطابق عمل کیا اور حضرت سردار عبدالمطلب نے نہیں  
 حضور ﷺ کو دو شہر مبارک پر بھایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ ﷺ کے توسط سے  
 دعا فرمائی۔

راوی کا بیان ہے:  
 ”اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی لوگ پہاڑ سے نیچے بھی نہیں اترنے پائے  
 تھے کہ ایک بادل بیت اللہ کی طرف سے اٹھا اور اتنا زیادہ برسا کہ  
 سب نالے بہہ نکلے۔“

سب لوگوں نے مل کر کہا:

”بطنخا کے سردار مبارک ہو۔“

یہ بارش ہر جگہ ہوئی مگر دو شہروں قیس اور مضر میں نہ ہوئی۔ ان شہروں کے  
 رہنے والے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ:

”ہم سب سردار عبدالمطلب کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور  
 ان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔“

چنانچہ یہ سب لوگ مکہ مکرمہ میں آئے اور سردار عبدالمطلب سے ملاقات  
 کرنے کے بعد ان سے دعا کی درخواست کی۔

سردار عبدالمطلب نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے کہا:  
 ”میں نے تم لوگوں کی بات سن لی ہے اور اسے قبول بھی کر لیا ہے۔“

اور تمہارے ساتھ میں کل کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کل بارش ہوگی۔“

جب صبح ہوئی تو سردار عبدالمطلب وہاں پر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے۔ سردار عبدالمطلب کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اپنے بیٹوں کو لائے تھے۔ سردار عبدالمطلب جب اپنی سیٹ پر بیٹھے تو اپنی گود میں اپنے پیارے پوتے حضور اکرم ﷺ کو بھی بٹھالیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان علاقوں کے لیے بارش کی دعا کی۔ ابھی آپ دعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔

عبدالمطلب نے ان دونوں شہروں کے لوگوں سے کہا:

”اے قیس و قضر کے گروہ! واپس اپنے علاقوں میں تشریف لائے جاؤ کہ وہاں پر بارش شروع ہوگئی ہے۔“

جب وہ گروہ واپس اپنے علاقہ پر پہنچے تو وہاں پر بارش ہو رہی تھی۔

### بت کو ہاتھ مت لگائیے:-

جب حضور اکرم ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ رہتے تھے تو اس وقت دو اہم واقعات آپ ﷺ کی شخصیت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ایک دن جب مکہ مکرمہ میں گرمی پڑ رہی تھی تو مکہ میں کسی جگہ گانے کی محفل تھی۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت بکریاں چدار ہے تھے انہوں نے اپنے ساتھی چردواہے سے بات کر لی کہ وہ بکریوں کی حفاظت کریں، تاکہ میں (حضرت اکرم ﷺ) گانے بجانے سے لطف اندوز ہوں۔ آپ ﷺ جب چراگاہ سے شہر پہنچے تو تحکمن اور گرمی سے براحال تھا۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے ستانے کے لیے لیٹ گئے کیونکہ اب محفل شروع ہونے میں وقت تھا۔ جب آپ ﷺ ستانے کے لیے درخت کے نیچے لیٹ گئے تو آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی اور جب آپ ﷺ کی آنکھ کھلی تو اہل سرور اپنی دکان بڑھا چکے تھے آئندہ بھی بھی اس

طرح کے لہو و لعب میں حصہ لینے کا خیال نہیں آیا۔

ایک بہت ہی سر بزر جگہ تھی جہاں پر کھجور کے دو مقدس درخت تھے جن میں پھل کی بہتات ہوتی۔ وہاں پر ایک بوانہ نامی بت بھی نصب تھا۔ لوگ اُس بت کے پاس جاتے اور اس کی زیارت کرتے۔ لوگ بوانہ بت پر جانوروں کی بھینٹ چڑھاتے، اپنے سر منڈلاتے اور مشرکانہ رسوم انجام دیتے۔ آپ ﷺ اس تقریب میں شامل ہونے سے منع فرمادیتے۔ آخر ایک دن آپ ﷺ اپنی پھوپھیوں اور جچاؤں کے بے حد اصرار پر وہاں گئے۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو آپ ﷺ ان کی آنکھوں سے او جمل ہو گئے۔ جب آپ ﷺ ظاہر ہوئے تو آپ ﷺ کے چہرے پر خوف کے آثار چھائے ہوئے تھے۔ پھوپھیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”جب بھی میں اس بت کے قریب جانے لگتا تو ایک سفید رنگ،  
دراز قد شخص میرے قریب آ جاتا اور مجھ سے کہتا ہے:  
اے محمد ﷺ پہچپے ہٹ جائیے، اس بت کو ہاتھ مت لگائیے۔“

حضرت امیم بن حیان کہتی ہیں:

”اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ کبھی کسی ای تقریب میں نہیں  
گئے۔ جہاں بت پر بھینٹ چڑھائی جاتی ہو۔“

### خیر و برکت کے طبع:-

ابو طالب اپنے والد گرامی کی فصیحت کے مطابق اپنے بھائی کی نشانی حضور اکرم ﷺ کو اپنے گھر لے آئے۔ ابو طالب بہت کشادہ تھے، بہت کریم النفس تھے، وہ اپنی اولاد سے بڑھ کر اپنے بھتیجے حضور اکرم ﷺ سے محبت کرتے تھے اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ آپ رَ زوجہ حضرت فاطمہ اسد بنت حیان بھی آپ ﷺ سے

بے حد پیار و محبت کرتی تھیں۔

جب منیع خیر و برکت کھانے میں شریک ہوتے تو سب لوگ آسودہ ہو کر کھاتے ورنہ سیری نہ ہوتی اس لیے ابوطالب اپنے بھتیجے کے بارے میں کہتے:

”تو حقیقت میں با برکت ہے۔“

مزید کہتے:

”یہ فرزند جب بھی کھانا کھانے بیٹھتے تو ”بسم اللہ“ کہتے اور جب کھانے سے فراغت ہو جاتی تو ”الحمد للہ“ کہتے۔ کسی نے اسے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ عی ان سے کوئی جاہل نہ بات سنی ہے۔ نہ عی انہیں کبھی بے وجہ ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔ کھلیل کو دیسے انہیں کوئی خاص شغل نہ تھا۔ صبح کے وقت جب سارے بچے بیدار ہوتے تو ان کی آنکھوں میں میل ہوا کرتا اور بال پر اگنده، لیکن یہ با برکت ہستی جب جا گتے تو ان کی آنکھیں سرگمیں ہوتیں، بالوں پر قدرتی طور پر تیل لگا ہوتا۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ایک بار ہم لوگ پیلو کے درخت کے پھل جنم رہے تھے کہ آپ شریعت کے نے فرمایا:

”جو سیاہ ہو گئے ہوں وہ لوکہ و عی سب سے اچھے ہیں، جب میں بکریاں چڑایا کرتا تھا تو میں بھی انہیں چھاتا تھا۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ بھی بکریاں چڑایا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:-  
”کوئی بھی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے بھیڑ کریاں نہ چدائی ہوں۔“

### پیشین گوئی ایک قیافہ شناس کی:-

ایک مرتبہ قبیلہ لہبہ کا علم قیافہ مکہ مکرہ میں آیا، سب لوگ اپنے اپنے بچوں کو اُس کے پاس لے کر گئے۔ حضرت ابو طالب بھی اپنے بچوں کے ہمراہ حضور اکرم ﷺ کو بھی لے گئے۔ اُس نے سرسری طور پر حضور اکرم ﷺ کو دیکھا اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا، کچھ ہی وقت گزرا ہو گا کہ اُس نے بے تابی سے کہا:-  
”ذرا اس بچے کو میرے پاس لاو، جسے میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔“

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے اس کے اضطراب کو بھانپ کر آپ ﷺ کو گھر بھج دیا۔

جب اُس نے آپ ﷺ کونہ پایا تو اس نے کہا:  
”اس کو میرے پاس لاو، خدا کی قسم! وہ بہت بڑا آدمی بننے والا ہے۔“

### بارش کے لیے دعا:-

حضرت ابو طالب کے زمانہ میں جب حضور اکرم ﷺ ابھی بچے ہی تھے کہ مکہ پر سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ ہر طرف قحط کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ خشک سالی نے لوگوں کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ درخت مر جھا گئے تھے۔ جھاڑیوں سوکھ گئی تھیں۔ پانی

خشک ہو کر کنوں کی تہہ میں اتر چکا تھا۔ نخلستان خزان میں بدل چکے تھے۔ زمین پانی کی ایک ایک بوند کے لیے ترس رہا تھا۔ بکریوں کا دودھ ان کے سنتھوں میں خشک ہو چکا تھا اور ان کا گوشت سوکھ چکا تھا، ہڈیوں ابھر آئی تھی۔ وہ بھوک و پیاس سے مر رہے تھے۔ بہتے ہوئے چشمے ڑک گئے تھے یعنی ان کا پانی بھی خشک ہو چکا تھا۔ اونٹوں کے کوہاں درب گئے تھے۔ کار دبار ختم ہو گئے تھے۔ لوگوں کے چہروں موت کے خوف سے زرد پڑھکے تھے۔ لوگ اپنے اپنے دیوتاؤں کے استھانوں پر جھک گئے اور گڑا گڑا کر دعا میں مانگ رہے تھے۔ ان پر نذر نیاز چڑھا رہے تھے بارش کے لیے رورہ کرال تجاکر رہے تھے مگر کوئی ان کی کوئی سنواری نہ ہو رہی تھی۔

ابو طالب اپنے گھر کے ایک کمرے میں موجود تھے اور ایک پنگ پر نیم درواز تھے ان کے ساتھ ہی دوسرے پنگ پر حضور اکرم ﷺ نیند کے عالم میں تھے۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت تقریباً نوبس تھی۔ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر گرمی کی وجہ سے پینے کے موئی ڈھلک رہے تھے۔ آپ ﷺ کبھی ایک کروٹ ہوتے تو کبھی دوسرا کروٹ۔

ابو طالب اپنے خیالوں میں کھوئے ہوئے تھے کہ اچانک ان کے دروازے پر دستک ہوئی آنہوں نے پنگ پر لیٹے لیٹے گردان موز کر دروازے کی طرف دیکھا اور کہا:

”اس وقت اتنی شدت کی گرمی میں کون آسکتا ہے۔“

ابو طالب نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور دیکھا کہ چند آدمی دروازے پر موجود ہیں ان کے چہرے پر یثانی سے دھواں دھواں ہو رہے تھے۔

ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور کہا:

”سردار ابو طالب! یہ سب لوگ آپ کے پاس بڑی آس اور امید لے کر آئے ہیں۔“

ابوطالب نے پوچھا:

”ہاں کہو کیا بات ہے؟“

ان میں سے جلہمہ بن عرفط نے لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی:

”سردار! آپ کو تو معلوم ہے کہ قحط اور خشک سالی نے ہمیں تباہ و

بر باد کر کے رکھ دیا ہے۔ ہمارے مویشی چارے کے بغیر مر رہے

ہیں۔ ہمارے بچے ہماری آنکھوں کے سامنے تڑپ رہے ہیں۔

ہمارے مویشیوں کے دودھ کے نتھنے خشک ہو چکے ہیں، ان کے

جسم سوکھ کر پنجربن گئے ہیں اور ان کی ہڈیاں باہر نکل آئی ہیں۔

ہماری زمین پانی کی ایک ایک بوند کے لیے ترس رہی ہیں۔ ہم ہر

طرف سے کوشش کر کے ناکام ہو چکے ہیں اور آپ کے پاس بڑی

استمداد لے کر آئے ہیں۔“

ابوطالب نے کہا:

”میرے برادرم! یہ مدد کا نہیں دعا کا وقت ہے تم سب مل کر دعا

کرو اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری دعاؤں کو سنے گا۔“

انہوں نے کہا:

”سردار ہم دعاؤں سے بھی کچھ حاصل نہیں کر سکے۔ ہم بتوں

کے آگے سر جھکا جھکا کر تھک چکے ہیں۔ دیوتا ہم سے سخت

ناراض ہیں۔ وہ ہماری دعائیں نہیں سنتے۔ ہماری اب تک کی

تمام کاوش بے کار چلی گئی ہیں۔ ہماری ساری قربانیں اور نذر

دنیا ز بھی دیوتاؤں کو خوش نہیں کر سکیں۔ وہ تو ہم پر عذاب نازل کر

وہ ہے ہیں۔ اے سردار! اب تو ہم سب کی امیدیں آپ سے

بندھ چکی ہیں۔ آپ اپنے والد کے منظورِ نظر ہیں۔ تولیت کعبہ آپ کے خاندان میں ہے۔ سقایہ اور رفادہ کا شرف بھی آپ ہی کے حصے میں ہے۔ کعبہ کا رب آپ کی بات ضرور سنے گا۔ آپ دیوتاؤں سے ہماری لیے بارش کی دُعا مانگیں تاکہ یہ خشک سالی اور قحط سے ہماری جان چھوٹے۔ آپ ہی اب ہمیں نقطے سے نجات دلو سکتے ہیں۔“

اس سے پہلے کہ ابوطالب ان کو کچھ جواب دیتے کہ ایک نوجوان بولا:

”میں نے ان سے کہا تھا کہ لات و عزیٰ کے پاس چلو، منات کے پاس چلو لیکن یہ بوڑھا ہمیں آپ کے پاس لے آیا اس نے ہم سے کہا کہ تم کہاں الٹے جا رہے ہو حالانکہ ہمارے درمیان باقیہ ابراہیم و سلالہ اسماعیل موجود ہیں۔“

ابوطالب سر جھکائے اہل مکہ کی باتیں سن رہے تھے۔ ان کی آنکھیں آنسو سے لبالب بھر گئی تھیں۔ وہ کتنے ہی دیر تک سر جھکائے کھڑے رہے پھر ان سے کچھ کہے بغیر اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آئے تو ان کے ساتھ ایک نوسالہ بچہ بھی تھا جو آپ کے بھائی عبد اللہ کی نشانی ہے۔ وہ عبد اللہ جن کی دیت پر سواونٹ قربان کے گئے لیکن پھر بھی اجل نے انہیں لقمہ بنالیا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے شفیق چچا ابوطالب کے ہمراہ باہر آئے تو ان کا چہرہ آفتاب کی مانند چمک رہا تھا، یعنی کہ کوئی آفتاب تھا جس سے ہلاکا سیاہ بادل دور ہو گیا ہو۔ آپ نے مجھ پر ایک نظر ڈالی اور پھر ان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

ابوطالب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں آئے۔ لوگوں کا ہجوم بھی ابوطالب کے ساتھ ساتھ آیا۔ ابوطالب نے اپنے بھتیجے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خانہ

کعبہ کی دیوار کی پشت سے لگا دیا اور آپ ﷺ سے کہا:  
 ”اے میرے بھائی کی نثانی! بارش کے لیے دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ  
 آپ کی دعا رد نہیں کرے گا اور آپ ﷺ کی دعا کی برکت و  
 فضیلت سے ان لوگوں کی پریثانی دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ  
 ان سے قحط و سماں کو ہٹا لے گا۔“

امن عسا کرنے جلہہ بن عرفہ سے روایت کی ہے:  
 میں مکہ مکرمہ پہنچا تو اس وقت لوگ قحط میں تھے۔ قریش نے کہا:  
 ”اے ابو طالب! قحط کے موقع پر پانی کے لیے دعا مانگنے کے  
 لیے چلیں۔ جب ابو طالب گھر سے نکلے تو ان کے ساتھ ایک  
 حسین بڑا بھی تھا، گویا تاریک رات کے لیے وہ ایسا آفتاب تھا  
 جس سے سیاہ بادل مٹ گیا۔ اس بچے کے اطراف میں چھوٹی  
 عمر والے بہت سے بڑے تھے۔ ابو طالب نے اس بڑے کو لیا  
 اور اس کی پشت کعبہ سے لگا دی۔ اس بچے نے اپنی انگلی اٹھائی  
 اشارہ کرتے ہی سب طرف سے بادل آتا شروع ہو گئے اور  
 خوب مینہ بر سا۔“

آپ ﷺ کعبہ سے پشت لگائے کھڑے تھے۔ شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ گرم  
 ہوا چہروں کو ملسا رہی تھی۔ حلق یا اس کی شدت سے سوکھ کر کاٹنا ہو چکے تھے۔ دیوار کعبہ  
 بھی انتہائی گرم تھی۔ جسم پینے سے شرابور تھے۔ اب سارے لوگوں کی نظریں حضور اکرم  
 ﷺ کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں اور وہ امید و ناامیدی کے درمیان نکلے ہوئے تھے۔  
 ابو طالب بھی انگلی باندھے اپنے بھیجے کو دیکھ رہے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے مجھی انداز میں اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند

کی اور دل ہی دل میں دعا کی اور اپنی انگلی کو اشارہ کیا تو چاروں طرف سے بادل آتا شروع ہو گئے اس سے پہلے آسمان پر باول کا کوئی ٹکڑا نہ تھا اور دور تک آسمان بالکل صاف تھا۔ اس کے بعد خوب بارش ہوئی اور ہر طرف جھل تھل ہو گئی اور پیاسی زمین خوب سیراب ہو گئی۔ گھر گھر میں ابوطالب کے سنتیجے محمد ﷺ کے چرچے ہونے لگے۔ یہ محمد ﷺ کا معجزہ ہی تھا کہ مکہ مکرمہ میں نقط سالی ختم ہو گئی اور ہر طرف خوشحالی نے ڈیے جاتی۔

## مُحَمَّدٌ مُّصْلِحٌ

## پاسبانِ بنی آدم

صحیح صادق کی بلکل بلکل روشنی پھیل رہی تھی۔ رات کی سیاہی ختم ہو رہی تھی۔ رب کائنات نے اندر میرے سے سفید دن کو کھیج نکالا تھا۔ گلی گوچوں میں اوتھوں کے بلبلانے اور بکریوں کے مننانے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ چوپانیوں کی گھنٹیاں فضا کو مترجم کر رہی تھیں۔ سورج سے آہستہ آہستہ اپنا چہرہ مشرق سے نکالنا شروع کیا۔ مکہ کے بازاروں میں رونق عود کر آئی تھی کہیں کہیں لوگ چهل قدمی میں مصروف تھے۔

ایساہی ایک ریوڑ مکہ کی ایک سمنان گلی سے نمودار ہوا۔ بکریوں کے گلے میں بند ہیں گھنگھر و فضائیں رک گھول رہے تھے۔ بکریوں کے مننانے کی آوازیں زندگی کا پذیرے رہی تھیں۔ اس ریوڑ کو تمیں نو عمر لڑکے ہائک رہے تھے جن کی عمر یہ لگ بھگ دس برس کی ہو گئی۔ ان میں سے ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ جن کا چہرہ نور سے دمک رہا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ وہ صحیح سوریے ہی بکریوں کو لے کر چڑاگاہ کی طرف روانہ ہو جاتے اور پھر شام تک وہ اپنی بکریوں کو چڑاگاہ میں چڑا تے اور اندر میرا ہوتے ہی گمراہ ہوتے۔ مکہ سے کچھ دور آنے کے بعد بکریوں کو چڑانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا گیا اور یہ عینوں لڑکے ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ وہاں سے اٹھے شاید وہ کہیں جانا چاہتے تھے۔

ان میں سے ایک نے کہا:

”محمد (ﷺ) کہاں جا رہے ہو؟“

آپ ﷺ نے جواب دیا:

”بکریاں دور جاری ہیں، میں دوسری طرف جا کر بیٹھتا ہوں،  
کہیں بکریاں زیادہ دور نہ چلی جائیں۔“

ان میں سے ایک لڑکے نے کہا:

”محمد (ﷺ) آؤ کچھ دیر ہمارے ساتھ کھیلو، بکریاں کہیں نہیں جاتیں۔“

مگر حضور ﷺ اپنی چھڑی لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے اور ان سے کافی دور  
ایک بول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ وہاں پر بیٹھنے ہوئے علی محمد ﷺ اپنے  
خیالات میں کھو گئے ابھی وہ ان خیالوں میں کھوئے ہوئے تھے کہ ان کے ساتھی اپنے  
اپنے رویڑ لیے وہاں آئے۔ وہ محمد ﷺ کو یوں خیالات میں ڈوبا ہوا دیکھ کر رک گئے

ان میں سے ایک محمد ﷺ کے قریب آیا اور محمد ﷺ سے پوچھا:

”محمد (ﷺ) کیا سوچ رہے ہو؟“

محمد ﷺ کو جو نک گئے اور خیالات کی دنیا سے باہر آگئے۔

”میں سوچ رہا ہوں ہمارا خالق و مالک کون ہے یہ زمین... آ۔“

کس نے تخلیق کیے، زمین کے بننے سے پانی کی نہریں کس سے  
چاری کیں، یہ بزرہ کس نے اگایا پہاڑیاں کیسے وجود میں آئیں سحر  
کے ذریعے کیے بنے۔“

وہ لڑکے یہ سن کر سہم گئے اور انہوں نے کہا:

”محمد (ﷺ) الکی باتیں نہیں سوچتے ہمارے دیوتا ہم سے  
ناراض ہو جائیں گے۔“

آپ ﷺ نے پوچھا:

”پھر کیا ہوگا؟“

لڑکے نے کہا:

”ہمارے دیوتا ہم پر عذاب نازل کر دیں گے۔ آسمان سے پانی  
برنا بند ہو جائے گا۔ ہمارے مویشی اور ہم بھوکوں مرنے لگیں  
گے۔ وہ ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑے گئے ہمیں بر باد کر دیں گے۔“

اس پر حضور ﷺ نے کہا:

”یہ پھر کے بے جان ملکہ ہمیں کیسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ تو  
خود اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتے۔ یہ بلا ہمیں کیا نفع و نقصان  
دیں گے۔ میرا دل اس بات کو نہیں مانتا کہ یہ خدا ہو سکتے ہیں۔ یہ  
تو صرف پھر کے مورت ہیں سچا خدا تو کوئی اور ہے۔“

اتنے میں ایک اور لڑکا آپ ﷺ کے قریب آیا اور آپ ﷺ سے کہا:

”آج بنو کنانہ کے ہاں راگ رنگ کی محفل جمی ہے، ہم سب وہاں  
جار ہے ہیں محمد ﷺ تم بھی ضروری ہمارے ساتھ چلو بڑا لطف  
آئے گا۔“

حضرت ﷺ نے کہا کہ:

”میرے دل میں ایسی کوئی خواہش نہیں۔“

لیکن انہوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو حضور ﷺ ان کے ساتھ جانے کے  
لیے آمادہ ہو گئے۔

رات ہوتے ہی محفل اپنے پورے جوبن کے ساتھ شروع ہو گئی ہر کوئی شراب  
میں مدھوش ہوا تھا۔ کنیزیں رقص کر رہی تھیں۔ سازندے اپنی دھن میں مست تھے اور

سرتال ملائے جارہے تھے۔

حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کے اصرار پر محفل میں شرکت کرنے کے لیے تیار تو ہو گئے تھے لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا قدرت نے آپ کو ان کاموں کے لیے نہیں چنا تھا بلکہ ایک عظیم مقصد کے لیے چنا تھا بلکہ یہ دنیا ہی آپ ﷺ کے لیے تخلیق کی گئی تھی۔

حضور اکرم ﷺ جب وہاں جانے کے لیے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس طرف جانے سے روز کے سبب پیدا فرمادیا۔ حضور اکرم ﷺ ابھی کچھ دور ہی گئے ہوئے تھے کہ انہیں ایک گھر سے گانے کی آواز سنائی تھی آپ ﷺ نے چاہا کہ کچھ دیر یہ گیت سنیں لیکن آپ ﷺ کو نیند آگئی، آپ ﷺ وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئے۔ آپ ﷺ کے چہرے پر معصومیت ہالہ کیے ہوئے تھی۔ ابليس اپنے سر پر خاک اڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

جب حضور اکرم ﷺ نیت سے جاگے تو رات گزر چکی تھی اور سورج کی کرنیں زمین پر پڑ چکی تھیں۔ آپ ﷺ اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے واپس کی طرف چل پڑتے ابھی کچھ دور ہی گئے ہوئے تھے کہ راستے میں اُس لڑکے سے ملاقات ہوئی جس نے آپ ﷺ کو محفل میں جانے کے لیے کہا تھا اُس نے آپ ﷺ سے کہا:

”اے محمد (ﷺ) ! میں تو ساری رات تمہیں محفل میں تلاش کرتا رہا لیکن تم کہیں نظر نہیں آئے۔“

محمد ﷺ نے جواب دیا:

”میں تو وہیں جا رہا تھا لیکن راستے میں مجھے ایک گھر سے گیت کی آواز سنائی تھی میں کچھ دیر وہیں ٹھہر گیا اور مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گی اور میں ساری رات محظوظ رہا۔ اب بیدار ہوا ہوں“

لڑکے نے محمد ﷺ سے کہا:

”اچھا آج کی رات لازمی آنا کیونکہ آج آخری دن ہے۔“

محمد ﷺ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

”میں نہیں آؤں گا۔“

یہ کہہ کر آپ ﷺ آگے بڑھ گئے اور وہ لڑکا آپ ﷺ کو حیرت سے تکے جا رہا تھا اور فطرت پچکے سے یہ کہہ رہی تھی۔

”اے پیارے محمد ﷺ! یہ ساری کائنات کھیل تماشا نہیں اور نہ ہی زندگی عیش و نشاط کی ہے۔ اس قادر مطلق کو تلاش کیجئے جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ یہ کھیل تماشہ آپ ﷺ کے لیے نہیں ہے آپ ﷺ ان چیزوں سے پاک ہیں۔“

نِسْبَةِ بُشْرَى

## ابوطالب کے زیرِ سایہ پرورش

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ اپنے چچا ابوطالب کی آغوش تربیت میں آگئے۔ حضور اکرم ﷺ کی نیک خصلتوں اور دل بھادینے والی بچپن کی پیاری پیاری اداوں نے ابوطالب کو آپ ﷺ کا گرویدہ بنایا کہ مکان کے اندر اور باہر ہر وقت ابوطالب آپ ﷺ کو اپنے ساتھ رکھتے، اپنے ساتھ ہی کھانا کھلاتے اور اپنے پاس ہی آپ ﷺ کا بستر بچھاتے اور ایک لمحہ کے لئے بھی نظر سے او جھل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ابوطالب نے آپ ﷺ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھا اور اس شفقت اور محبت سے مرتے دم تک آپ ﷺ کی تربیت کی کہ حق یہ ہے کہ تربیت اور کفالت کا حق پورا پورا ادا کر دیا۔

ابوطالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ کی وقت بھی کوئی جھوٹ بولے ہوں یا کبھی کسی کو دھوکہ دیا ہو یا کبھی کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو یا بے ہودہ لڑکوں کے پاس کھلنے کے لئے گئے ہوں یا کبھی کوئی خلاف تہذیب بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے پارسا اور پرہیز گار رہے۔ افسوس کہ ابوطالب باوجود اس والہانہ اور عاشقانہ تربیت اور کفالت کے دولتِ ایمان اور نعمتِ اسلام سے محروم رہے۔

## حضرور اکرم ﷺ کی دعا سے بارش کا ہونا:-

ایک مرتبہ ملک عرب میں انتہائی خوفناک قحط پڑ گیا۔ اہل مکہ نے بتوں سے فریاد کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر ایک حسین و جمیل بوڑھے نے مکہ والوں سے کہ اے اہل مکہ! ہمارے اندر ابو طالب موجود ہیں۔ جو بانیء کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ ہمیں ان کے پاس چل کر دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔ چنانچہ سردار ان عرب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کرنے لگے کہ اے ابو طالب! قحط کی آگ نے سارے عرب کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ جانور گھاس پانی کے لئے ترس رہے ہیں اور انسان دانہ پانی نے ملنے سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ قافلوں کی آمد و رفت بند ہو چکی ہے اور ہر طرف بر بادی و دیرانی کا دور دورہ ہے۔ آپ بارش کے لئے دعا کیجئے۔ اہل عرب کی فریاد سن کر ابو طالب کا دل بھرا آیا اور حضور ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ میں گئے اور حضور ﷺ کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مصروف ہو گئے۔ درمیان دعا میں حضور ﷺ نے اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ ایک دم چاروں طرف سے بد لیاں نمودار ہو گئیں اور فوراً ہی اس زور کا باران رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہو گئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ چیل میدان کی زمینیں سر بزرو شاداب ہو گئیں۔ قحط دفع ہو گیا اور کال کٹ گیا اور سارا عرب خوش حال اور نہال ہو گیا۔ اسی بارے میں ابو طالب نے کہا ہے۔

وَ إِيَّٰضَ يَسْتَقْعِدُ الْفَعَامُ بِوِجْهِهِ

ثَمَالُ الْيَتَامَى عَصْمَةُ الْلَّارَامِلُ

”ایسے روشن اور منور کے ان کے چہرے کی برکت سے خدا سے بارش مانگی جاتی ہے۔ جو قبیلوں کی پناہ اور ہیواویں کا ماوی

اور بجا ہے۔“

(زرقانی علی المواهب 1، ص 190)

### کعبہ کی تعمیر میں حصہ لینا:-

جب حضورِ اکرم ﷺ کی عمر مبارک دس برس کو پہنچی تو مکہ مکرہ میں بہت ہی زبردست بارشیں ہوئی جس کی وجہ سے مکہ مکرہ کی دیواریں گر گئیں۔ اہل مکہ نے جب خانہ کعبہ کی مرمت شروع کی تو حضورِ اکرم ﷺ نے بھی اس میں حصہ لیا اور دیگر بچوں کے ساتھ پھر انہا کرلاتے تھے۔

### حضورِ اکرم ﷺ کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنا:-

ابونعیم، ابن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن سعید نے کہا ایک بار کچھ یہودی سامان خریدنے کے لئے ابوطالب کے پاس آئے اور سامان خریدنے کے معاملات ابھی طے پاہی رہے تھے کہ اچانک اُس وقت حضورِ اکرم ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ اُس وقت بچے ہی تھے۔ یہودیوں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو اپنا سارا سامان چھوڑے بغیر ہی واپس چلے گئے اس پر حضرت ابوطالب نے بڑے تعجب سے اپنے ایک ساتھی کو ان کے پیچھے بھیجا اور اُس سے کہا کہ ان کو فلاں راستے پر روکو اور روکنے کے بعد ان کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہو کہ بڑے تعجب کی بات دیکھی ہے اس کے جواب میں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

جب وہ صاحب ان کے پاس پہنچے اور ابوطالب کے کہنے کے مطابق وہی بات کہی تو اس کے جواب میں یہودی بولے کہ تم نے کیا عجیب بات دیکھی ہے اس سے زیادہ عجیب بات تو ہم نے دیکھی ہے۔ ہم نے تو ابھی ابھی محمد (ﷺ) کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھا ہے۔

## پانی کا چشمہ جاری ہونا:-

مغازی میں امام ابن اسحاق اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطالب نے فرمایا:

”سوق ذوالمحاجز ایک بازار تھا جو عرفہ کے نزدیک تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں اہلِ عرب وہاں جمع ہو کر لین دین کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں اسی بازار میں تھا اور میرے ساتھ میرا پیارا بھتیجا حضرت محمد (ﷺ) بھی تھے۔ اُس وقت حضور اکرم (ﷺ) کی عمر مبارک دس سال تھی۔ مجھے بہت سخت پیاس محسوس ہوئی اور وہاں آس پاس کوئی پانی پینے کا کنواں نہ تھا۔ میں نے آپ (ﷺ) سے شدت عطش کی شکایت کی یہ اس لیے نہ تھا کہ میں نے آپ (ﷺ) کے پاس پانی دیکھا تھا بلکہ ویسے ہی کسی کے ساتھ اپنی تکلیف بانٹنے کے لیے آپ (ﷺ) سے انظہار کیا تھا۔ پیاس اور بھوک کی تکلیف سے ہم دونوں ہی دوچار تھے میرے عرض کرنے سے حضور اکرم (ﷺ) جواب بھی بچے ہی تھے اپنی سواری سے نیچے اترے اور پوچھا:

”کیا واقعی چھا جان آپ کو بہت زیادہ پیاس لگی ہے؟“  
میں نے کہا۔

”ہاں پیارے بیٹے! بات اسی طرح ہے۔“

اس جواب کے بعد آپ (ﷺ) نے اپنی ایڑھی زور سے زمین پر ماری تو وہاں سے پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا۔ پھر آپ (ﷺ) نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے فرمایا:

”پیارے چچا جان! پانی پی لیں۔“

میں نے اس چشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھائی۔

ابو طالب کہتے ہیں کہ:

”میں نے آج تک ایسا پانی نہ ہی کہیں دیکھا اور نہ ہی ایسا پانی کبھی پیا تھا۔“

مزید کہتے ہیں کہ:

”میرے سیراب ہونے کے بعد حضرت محمد ﷺ نے دوبارہ اُسی جگہ ٹھوکر ماری تو پانی نکلنا بند ہو گیا اور وہ جگہ پہلے کی طرح ہو گئی۔“

میرا اکرم بھتیجا:-

طبرانی عمار ۃ الشفیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”حضرت ابو طالب مکہ کے لوگوں کے لئے کھانا تیار کروایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ جب بھی وہاں تشریف لاتے تو اس وقت تک تشریف نہ رکھتے جب تک کہ نیچے کوئی چیز نہ رکھ دیتے یہ دیکھ کر ابو طالب فرماتے کہ میرا بھتیجا بڑا اکرم ہے۔“

عظمیم شان کا مالک:-

حضرت ابو طالب ۃ الشفیعہ حضور اکرم ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اُن کو اپنے بھائی کا بیٹا بہت پیارا تھا جب بھی ابو طالب کے لیے ٹکیوں والا فرش بچایا جاتا تو آپ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ بھی تشریف فرماؤ جاتے۔

ابو طالب فرمایا کرتے:

”میرے بھائی کا یہ بیٹا عظیم شان کا مالک ہے۔“

کھانے کی برکت:-

ابوطالب حضور اکرم ﷺ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ جب بھی گھر میں کھانا تیار ہوتا اور گھر والے کھانا کا ارادہ کرتے تو ابوطالب ان سے فرماتے:

”تم لوگ جس حال میں بھی ہو، رک جاؤ یہاں تک کہ میرا بیٹا آجائے۔“

آپ اُس وقت تک کھانا نہ کھاتے جب تک کہ آپ ﷺ کھانا کھانے میں آپ کے ساتھ شامل نہ ہو جاتے۔ حضور اکرم ﷺ کی شمولیت کی وجہ سے کھانے میں خوب برکت پیدا ہو جاتی اور سب لوگ کے پیٹ بھر کھانے کے بعد بھی کھانا بچا جاتا اور جب یہ لوگ دودھ پیتے تو ابوطالب سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کو دودھ کا برتن دیتے اور حضور اکرم ﷺ کے دودھ پینے کے بعد گھر والے باقی دودھ کو پینے تک کہ ایک پیالے سے ہی سب گھر والے سیراب ہو جاتے۔

اپنے ساتھ سلانا:-

ابوطالب حضور اکرم ﷺ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اپنی اولاد کو بھی اتنا نہ چاہتے ہونگے، ہمیشہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ سلاتے اور جہاں بھی جاتے اپنے ساتھ لے کر جاتے۔

ابوطالب نے حضور اکرم ﷺ کی ہمیشہ حمایت کی اور حفاظت بھی کی۔ آپ اپنے والد سردار عبدالملک کی طرح حضور اکرم ﷺ کے بغیر دستِ خوان پر نہ بیٹھتے۔ ہمیشہ اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے اور اپنے دائیں طرف سلاتے، اور اپنے ساتھ ہی باہر لاتے اور کبھی اپنے سے جدا نہ کرتے۔

حضرت ﷺ کے چچا ابوطالب جب تک زندہ رہے وہ ہمیشہ حضور اکرم

حضرت علیہ السلام کے ناصرو فدائی رہے۔

### میرے بھتیجے پر سرداری بچتی ہے:-

سردار عبدالمطلب کی طرح حطیم میں ابوطالب کے لیے بھی الگ مند بچھائی جاتی تھی جس پر کوئی اور نہیں بیٹھتا تھا لیکن حضور اکرم ﷺ جب بھی وہاں جاتے تو اس مند پر جا کر بیٹھ جاتے تھے اس پر ابوطالب کہا کرتے:

”خدا کی قسم! میرے اس بھتیجے پر سرداری بچتی ہے۔“

### ابولہب کا شر:-

ایک بار آپ ﷺ کے چھاؤں ابوطالب اور ابولہب کے درمیان کشتی ہو گئی۔ ابولہب نے ابوطالب کو پچھاڑ دیا اور ان کے سینہ مبارک پر چڑھ کر بے تھاشا مارنے لگے۔ کمن بھتیجے نے اسے دھکیل دیا۔ اب ابوطالب موقع پر کران پر حاوی ہو گئے اور ابولہب کو مارنے لگے۔ جب معاملہ ختم ہوا تو ابولہب نے حضور اکرم ﷺ سے کہا:

”اے محمد (ﷺ)! میں بھی تیرا چھا ہوں اور وہ بھی۔ تو نے ان کی طرفداری کیوں کی۔ خدا کی قسم! اب میرا دل تجھ سے کبھی بھی محبت نہیں کرے گا۔“



## شام کا سفر اور قصہ بیکر اراہب

جب حضورِ اکرم ﷺ بارہ سال کی عمر میں پہنچ گئے تو آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے تجارت کی غرض سے شام جانے کا ارادہ کیا اس سے پہلے بھی آپ ﷺ کے چچا تجارت کے لیے شام جایا کرتے تھے۔ جب حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت ابوطالب کے ساتھ جانے کی حامی پڑی تو انہوں نے اتنے طویل اور پر خطر سفر کی ممکنہ تکالیف کی وجہ سے منع فرمادیا تو حضورِ اکرم ﷺ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار چھا گئے اور انہوں نے ابوطالب کی اونٹی کی مہار پکڑ کر فرمایا:

”اے محترم چچا جان! مجھے اس شہر میں کس امید پر چھوڑے جا رہے ہیں۔“

آپ ﷺ کی یہ بات سن کر ابوطالب کا دل بھر آیا اور ان کے قلب پر عجیب رقت طاری ہو گئی اور انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ سے فرمایا:

”خدا کی قسم! میں انہیں ضرور اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا، وہ مجھ سے ہرگز جدا نہیں ہیں اور نہ میں ان سے جدا ہوں۔“

جب ابوطالب نے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی تو دیگر عزیز و رشتہ داروں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور انہیں سمجھایا کہ:

”آپ اس فرزند کو اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں جس سے

سورج کی گرمی پر ہیز کرتی ہے۔ اتنی عمر میں انہیں اپنے ساتھ کون لے کر جاسکتا ہے۔“

یہ باتیں سن کر ابوطالب شش و پنج میں پڑ گئے اور حضورِ اکرم علیہ السلام کو لے جانے کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا، اچانک ان کی نظر آپ علیہ السلام پر پڑی کہ آپ علیہ السلام ایک کونے میں بیٹھے ہوئے آنسو بہار ہے ہیں۔

ابوطالب نے آپ علیہ السلام سے پوچھا:

”اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! کیا بات ہے کہ تم آنسو بہار ہے ہو؟“

اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمائی تو آپ علیہ السلام کے چچا ابوطالب فرمانے لگے کہ شاید آپ یہ آنسو اس لیے بہار ہے ہیں کہ آپ ہم سے جدا ہو رہے ہیں اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

”ہاں چچا حضور! یہی بات ہے۔“

حضورِ اکرم علیہ السلام کا جواب سن کر ابوطالب نے کہا:

”خدا کی قسم! آج کے بعد میں کبھی بھی آپ علیہ السلام سے اپنے سے جدا نہ کروں گا۔“

اور حضورِ اکرم علیہ السلام کو لے کر شام کے سفر میں روانہ ہو گئے۔

شہر بصری کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی راہب رہتا تھا جس کا نام جرجیس تھا اور بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا اور نبی آخر الزماں کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں، ان سے بخوبی واقف اور باخبر تھا۔ چنانچہ اہل مکہ کا یہ قافلہ جب بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس جا کر اتراتواں نے حضور پر نور علیہ السلام کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے اور آپ علیہ السلام کا

ہاتھ پکڑ لیا۔

جامع ترمذی میں ابو موی اشعری رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ ایک بار ابو طالب مشائخ قریش کے ساتھ شام کی طرف گئے۔ شام میں جس جگہ جا کر اترے وہاں ایک راہب رہتا تھا۔ اس سے پہلے بھی بارہا اس راہب پر گزر ہوتا تھا، مگر وہ کبھی ملت قت نہ ہوتا تھا۔ اس مرتبہ قریش کا کاروان تجارت جب وہاں جا کر اترات تو راہب خلاف معمول اپنی صومعہ سے نکل کر ان میں آیا اور مجسما نہ نظر دوں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا یہاں تک کہ حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہا۔

هذا سید العالمين هذا رسول رب العالمين يبعثه الله رحمة

للعالمين

”بھی ہے سردار دو جہانوں کا، بھی ہے رسول پروردگار عالم کا جس کو اللہ جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا۔“

**شجر اور حجر کا سجدہ کرنا:-**

سردار ان قریش نے اس راہب سے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ راہب نے کہا جس وقت آپ سب گھائی سے نکلے تو کوئی شجر اور حجر ایسا باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور شجر اور حجر نبی عی کے لئے سجدہ کر سکتے ہیں اور علاوہ ازیں میں آپ ﷺ کو مہربوت سے بھی پیچانتا ہوں جو سب کے مشابہ آپ ﷺ کے شانہ کے نیچے واقع ہے۔ راہب یہ کہہ کر واپس ہو گیا اور فقط ایک آپ ﷺ کی وجہ سے تمام قافلہ کے لئے کھانا تیار کرایا۔ کھانے کے لئے سب حاضر ہوئے تو آپ ﷺ موجود نہ تھے۔ راہب ﷺ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کہاں ہیں؟ معلوم ہوا کہ اوٹ چرانے گئے ہوئے ہیں۔ آدمی بیچ کر آپ ﷺ کو بلا یا۔

ابر کا سایہ کرنا:-

جس وقت آپ شریعت کا تشریف لائے تو ایک ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب آپ اپنی قوم کے قریب پہنچ تو دیکھا کہ لوگ آپ شریعت سے پہلے درخت کے سایہ میں جگہ لے چکے ہیں اب کوئی جگہ سایہ کی باقی نہ رہی۔ آپ شریعت ایک جانب کو بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے یہ دیکھ کر کہا

”دیکھو درخت کا سایہ آپ شریعت کی طرف کیسے مائل ہے۔“

مہرِ نبوت دیکھنا:-

ابوالہب نے حضور اکرم شریعت سے مختلف سوالات کئے اور ان کے تسلی بخش جواب پا کر بہت خوش ہوا اور پھر حضور اکرم شریعت کی سرخ چمکیلی چشم ان مبارک کی طرف دیکھ کر ابوطالب سے جو اس وقت بعض لوگوں کے گھیرے میں بیٹھے ہوئے تھے سے پوچھا کہ:

”کیا یہ سرخی کبھی زائل بھی ہوتی ہے یا نہیں؟“

اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ:

”ہم نے تو کبھی اسے زائل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔“

اس جواب سے ابوالہب کو یقین تو ہو گیا کہ یہی آخری نبی ہیں لیکن اپنے دل کی حرید تسلی اور یقین کو تقویت دینے کی غرض سے اُس نے حضور اکرم شریعت سے درخواست کی کہ:

”اے نعمتے حضور! اپنے دوشی مبارک سے کپڑا ہٹائیں تاکہ میں آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہرِ نبوت کا مشاہدہ کر

سکوں۔“

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی دوشِ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو ابوالہب نے آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان مہرِ نبوت کی زیارت کی اور وفاد سرت اور شدتِ جذبات کی وجہ سے اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور اُس نے بڑی عقیدت اور ادب کے ساتھ مہرِ نبوت کا بوسہ لیا۔

### رومیوں کی تلاش:-

اشراء کلام میں اچاک اور یاک اور راہب کی نظر پڑی تو دیکھا کہ روم کے سات آدمی کسی کی تلاش میں اسی طرف آرہے ہیں۔ راہب نے پوچھا تم کس لئے نکلے ہو؟ رومیوں نے کہا کہ ہم اس نبی کی تلاش میں نکلے ہیں جس کی توریت اور انجل میں بشارت مذکور ہے کہ وہ اس مہینہ میں سفر کے لئے نکلنے والا ہے۔ ہر طرف ہم نے اپنے آدمی بھیجے ہیں۔ راہب نے کہا اچھا یہ تو ہتاو کہ جس شے کا خداوند ذوالجلال نے ارادہ فرمایا ہو کیا اس کو کوئی روک سکتا ہے؟ رومیوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد رومیوں نے بھیرا راہب بے عہد کیا کہ ہم اب اس نبی کے درپے نہ ہوں گے اور یہ سات رومیوں میں بھیرا راہب کے پاس رہ پڑے۔ کیونکہ جس مقصد کے لئے نکلے تھے وہ خیال ہی بدل گیا اس لئے اب واپسی کو خلافِ مصلحت سمجھ کر بھیرا راہب کے پاس مخہر گئے۔ راہب نے قریش کے قافلہ کو تم دے کر یہ دریافت کیا کہ تم میں اس کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا۔

### ابوطالب سے سوال جواب:-

راہب نے آپ ﷺ کے چچا ابوطالب سے پوچھا کہ اس صاحبزادے سے آپ کا رشتہ کیا ہے؟

ابوطالب نے جواب دیا:

”یہ میرا فرزند ہے۔“

راہب بولا:

”نبیں۔ ہرگز نبیں یہ تمہارا فرزند نبیں بلکہ اس فرزند کے والدین زندہ نبیں ہو سکتے۔“

اس کے جواب میں ابوطالب نے بتایا کہ:

”یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔“

ابولہب نے بے تاب ہو کر پوچھا:

”پھر ان کا باپ کہاں ہے؟“

اس پر ابوطالب نے کہا:

”کہ وہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں۔“

اس پر بھیرا راہب نے کہا کہ:

”آپ نے چج فرمایا ہے۔“

پھر بھیرا راہب نے آپ سے بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہا:

”ہماری پرانی کتابوں اور بزرگوں کی روایتوں کے حساب سے یہ

خاتم النبین، سید المرسلین ﷺ ہیں۔ ان کا مذہب

پھیلے گا اور ان کا روش اور مبارک دین پوری دنیا میں پھیلے گا اور

چھپلے تمام مذہب یا دین کو منسوخ کر دے گا۔ آپ انہیں اپنے

ساتھ لے کر شام کا سفر نہ کریں کیونکہ وہ فتنہ پرور یہودیوں کا غلبہ

ہے اور وہ آپ ﷺ کے خلاف کوئی نہ کوئی خطرناک سازش

ضرور کریں گے اور آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی پوری

کوشش کریں گے۔ اس لیے میرا مشورہ آپ کو یہی ہے کہ آپ (صلوات اللہ علیہ وسلم) انہیں اپنے ساتھ لے کر فوراً واپس اپنے دھن لوٹ جائیں۔“

اس پر ابو طالب نے آپ ﷺ کو مکہ واپس بھیج دیا۔ راہب نے ناشتہ کے لئے روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ کر دیا اور ابو طالب تجارت کی غرض سے شام کی طرف چلے گئے۔

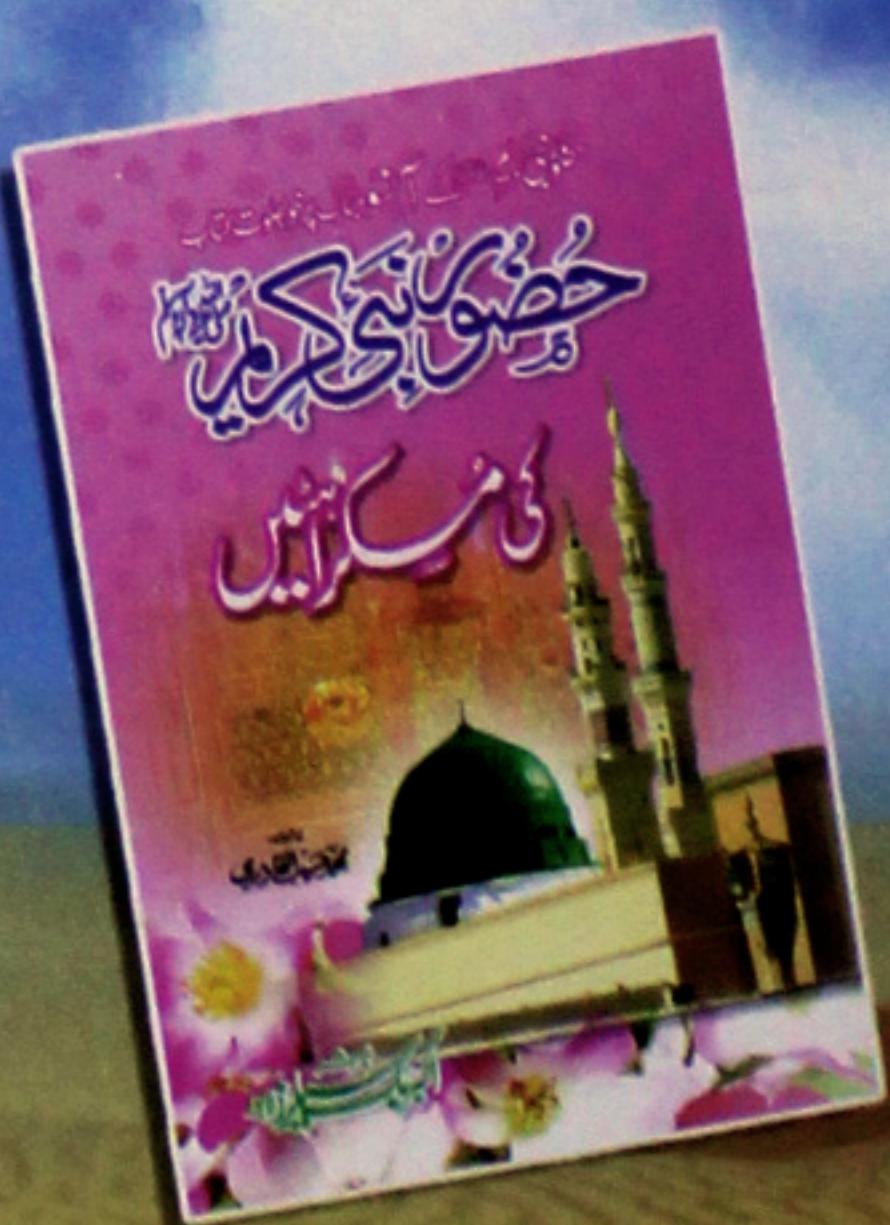
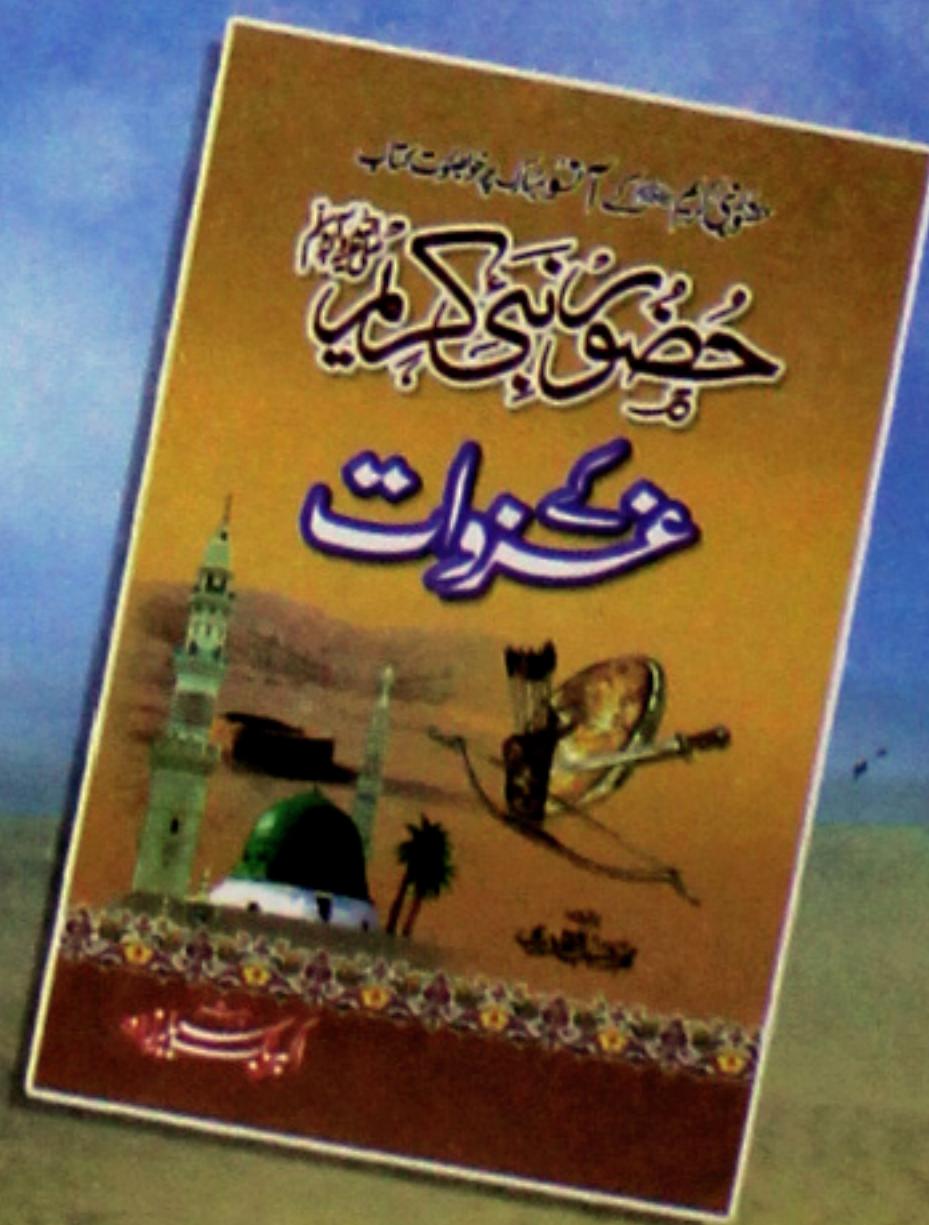
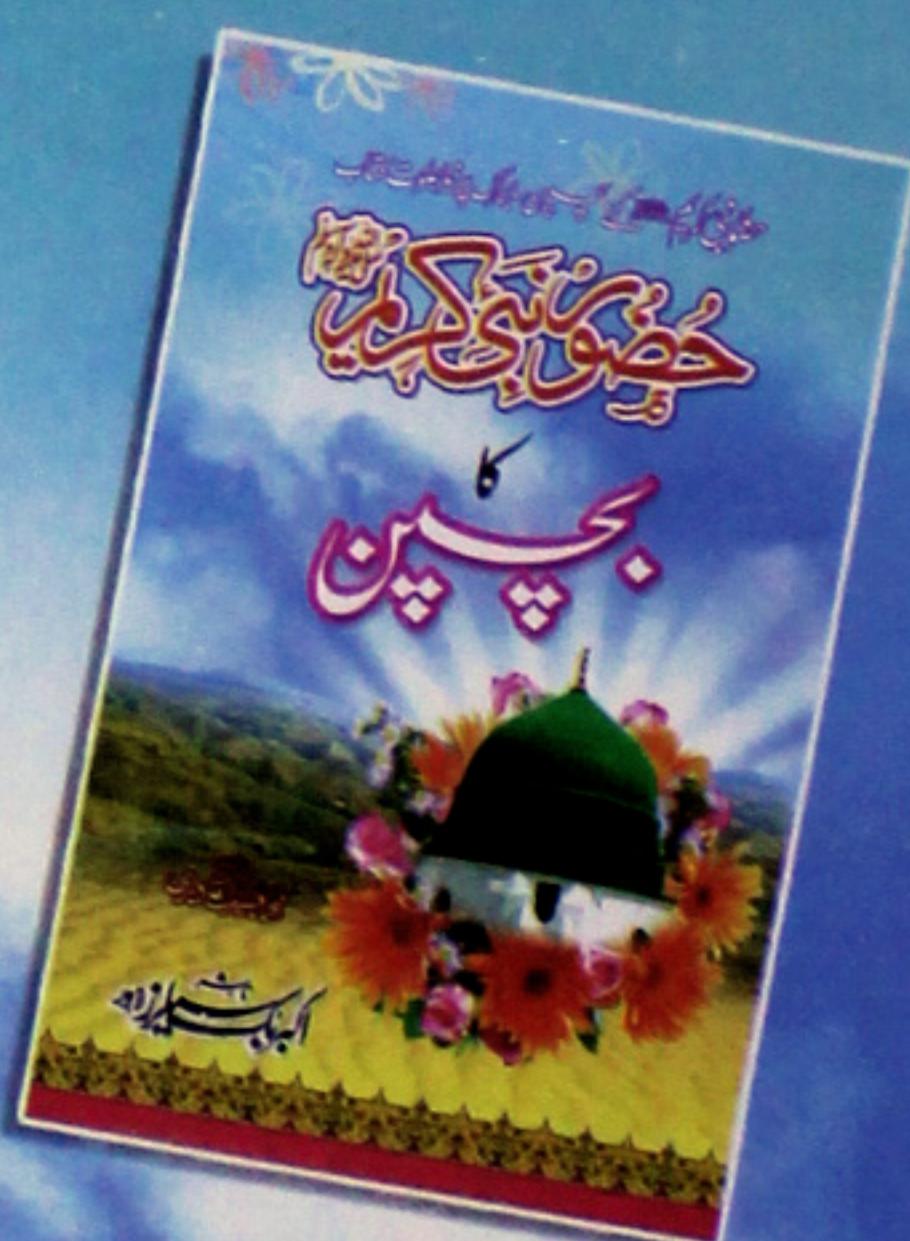
ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ:

”ابو طالب جب شام کی تجارت سے فارغ ہو گئے تو وہاں سے جلد نکلے اور آپ ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ چلے آئے۔“

مُحَمَّدٌ

## کتابیات

بخاری شریف	☆
صحیح مسلم شریف	☆
ترمذی شریف	☆
خاصّص الکبریٰ	☆
دلائل النبوة	☆
مند عبدالرزاق	☆
موطا امام مالک	☆
الطبقات الکبریٰ	☆
سیرۃ النبی ﷺ ..... ابن ہشام	☆
سیرۃ نبوبی ﷺ ..... شبیل نعماں	☆
اوہ رسول اکرم ﷺ ..... حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالجھی	☆
سیرۃ رسول عربی ﷺ ..... مولانا نور بخش توکلی	☆
سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ..... علامہ عبد المصطفیٰ	☆
سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ..... مولانا محمد ادریس کاندھلوی	☆
تاریخ اسلام ..... اکبر شاہ خاں، نجیب آبادی	☆



اکبر خان ناشر

نمبر ۳۰، اندھاڑا گورنر  
Ph: 042 - 37352022

Marfat.com